



THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Wednesday, December 31, 2014

(109th Session)

Volume X, No.07

(Nos. -)

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume X
No.07

SP. X(07)/2014
15

CONTENTS

1. Recitation from the Holy Quran	2
2. Leave of Absence	3
3. Presentation of Report of the Standing Committee on Science and Technology	4
4. Introduction of the Bill further to amend the Anti-Money Laundering Act, 2010	4
5. Point of Order raised by Senator Mian Raza Rabbani regarding 5% increase in GST Through an SRO.....	5
6. Point of Order by Senator Muhammad Zahid Khan regarding the statement of the Minister of State for Water and Power in terms of increase in the rates	6
7. Point of Order raised by Senator Kamil Ali Agha regarding the wrong statement of the Government in terms of 5% increase in GST.....	7
8. Statement of the Minister for Water and Power	10
9. Discussion Regarding the Participation of the Minister for Water and Power in the Meetings of the Standing Committee.....	13
• Senator Mian Raza Rabbani:.....	13
• Senator Sabir Ali Baloch	14
10. Observation by Mr. Chairman	15
11. Further Discussion on the incident of attack by terrorists on Army Public School in Peshawar	15
• Senator Suriya Amiruddin	16
• Senator Syed Zafar Ali Shah	18
• Senator Hafiz Hamdullah	24
12. State of the Prime Minister Mian Muhammad Nawaz Sharif.....	32
13. Point of Order Raised by Senator Mian Raza Rabbani Regarding Welcome of Prime Minister and Certain Observations	37
14. Response of the Prime Minister	38
15. Point of Order Raised by Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi Regarding Killing of the MQM Worker in Karachi.....	41
16. Point of Order Raised Senator Haji Ghulam Ali Regarding Affairs in FATA	42

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Wednesday, December 31, 2014

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at thirty minutes past three in the evening with Mr. Chairman (Syed Nayyer Hussain Bokhari) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَمْنَىٰ إِسْرَءِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ
التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ
مُبِينٌ - وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ - يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ -

ترجمہ: اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں (اور) جو
(کتاب) مجھ سے پہلے آچکی ہے (یعنی) تورات اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا ان کی
بشارت سناتا ہوں۔ (پھر) جب وہ ان لوگوں کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ اور اس سے ظالم کون کہ
بلا یا تو جائے اسلام کی طرف اور وہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے۔ اور اللہ ظالم کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ (کے چراغ) کی
روشنی کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا۔ خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔

(سورۃ الصف آیات 6 تا 8)

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

Leave of Absence

جناب چیئر مین: سینئر حافظ حمد اللہ صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر 30 دسمبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے

انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئر مین: کرنل ریٹائرڈ سید طاہر حسین مشدی صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 1 اور 2 جنوری کو اجلاس میں

شرکت نہیں کر سکتے اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور کرتا

ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئر مین: سینئر کامل علی آغا صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 26 دسمبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے

اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئر مین: سینئر میر اسر اللہ خان زہری صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 29 دسمبر تا 2 جنوری اجلاس میں

شرکت نہیں کر سکتے اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور کرتا

ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئر مین: سینئر محمد کاظم خان صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 31 دسمبر تا 2 جنوری اجلاس میں شرکت نہیں کر

سکتے اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

Mr. Chairman: We move on to Item No. 2 Senator Prof. Sajid Mir, Chairman Standing Committee on Science and Technology may move Item No. 2.

T02-----جاری

T02-31Dec14

ZAFAR/Ed.Rauf

3:40

Presentation of Report of the Standing Committee on Science and Technology

Mr. Chairman: We move on to Item No. 2. Senator Professor Sajid Mir, Chairman, Standing Committee on Science and Technology, to present report of the Committee for the period from June, 2012 to June, 2014.

Senator Prof. Sajid Mir: I, as Chairman, Standing Committee on Science and Technology have the honour to present report of the Committee for the period from June, 2012 to June, 2014.

Mr. Chairman: Report stands presented. Copies of the report may be laid on the table. We may now take up Item No. 3. Mr. Mohammad Ishaq Dar, Minister for Finance, Revenue, Economic Affairs, Statistics and Privatization, may move item No. 3.

Introduction of the Bill further to amend the Anti-Money Laundering Act, 2010

Sheikh Aftab Ahmed(Minister for State for Parliamentary Affairs): Sir, with your permission I want to introduce the Bill further to amend the Anti-Money Laundering Act, 2010 [The Anti-Money Laundering (Amendment) Bill, 2014].

Mr. Chairman: Anybody has to say something about this Bill? Bill as introduced stands referred to standing committee concerned with the subject matter of the Bill. Mian sahib, on a point of order.

**Point of Order raised by Senator Mian Raza Rabbani regarding
5% increase in GST Through an SRO**

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئر مین! میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ جناب چیئر مین! موجودہ حکومت نے کل بڑی مشکل سے غریب عوام کا کچھ احساس کیا اور Petroleum کی international prices میں جو کمی ہو رہی تھی، اس کی کو ایک حد تک پمپ تک لے جانے کی کوشش کی گئی لیکن چونکہ FBR دوسری مدتوں میں اپنے taxation targets پورا نہیں کر سکا لہذا اس نے اس چیز کو reflect کرتے ہوئے کہ حکومت کا بہت نقصان ہو رہا ہے، گو کہ oil prices مزید گر رہی ہیں اور اس کا پورا benefit عوام تک پہنچنا چاہیے، انہوں نے Sales Tax میں پانچ فیصد اضافہ کر دیا ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں کسی بھی commodity پر اتنا زیادہ Sales Tax یعنی 22% آج تک نہیں لگایا گیا ہے۔

Mr. Chairman, I would draw your attention to Article 77 of the Constitution which says;

“That no tax shall be levied for the purposes of the federation except by or under the authority of *Majlis-e-Shoora* Parliament”.

So if at all this 5% had to be added, it could have only been done so by an act of parliament and that is, it should have been moved in the National Assembly of Pakistan, therefore, this SRO is in total violation of Article 77 of the Constitution and Mr. Chairman, let me take you to Constitution Petition No. 33 and 34 of 2005 in the Supreme Court of Pakistan, there is the judgment of Mr. Justice Iftikhar Muhammad Chodhary, then he was the Chief Justice, Mr. Justice Ejaz Ahmed Chodhary and Mr. Justice Iqbal

Hamood ur Rehman. With out going into all the detail, I would straight away take you to paragraph 29 of the judgment.

Mr. Chairman, paragraph 29 of the judgment of the Supreme Court of Pakistan says;

“That in the light of the law laid down in the aforesaid judgments, it is clear that the Majlis-e-Shoora, Parliament, legislature alone and not the government executive, it is clear that the Majlis-e-Shoora Parliament, legislature alone and not the government executive is empowered to levy tax.

So this is not only in contradiction or ultra vires of the Article 77 of the Constitution

لیکن سپریم کورٹ کی judgment جو میں نے پڑھ کر بتائی، وہ یہ کہتی ہے اگر tax لگنا ہے یا اس میں اضافہ ہونا تو وہ صرف legislation کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ SROs کے ذریعے taxation میں اضافہ غیر آئینی اور غیر قانونی ہے۔ لہذا آپ کے ذریعے میری حکومت سے استدعا ہے کہ اس سے پہلے کہ کوئی اس کو Supreme Court میں challenge کرے اور court کی judgment آئے، اس سے پہلے کہ یہ ہو، اس SRO کو withdraw کریں۔ اگر انہوں نے اس کو کسی مجبوری کے تحت لانا ہے تو National Assembly میں ایک money bill move کریں اور وہاں سے اس کی منظوری لیں۔

Point of Order by Senator Muhammad Zahid Khan regarding the statement of the Minister of State for Water and Power in terms of increase in the rates

جناب چیئر مین: زاہد خان صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب چیئر مین! میرے خیال میں کوئی ہوا چلی ہے، میں ایسے وزیر بھی دیکھ رہا ہوں جو سینیٹ میں کبھی نہیں آتے، وہ بھی آج آئے ہوئے ہیں، یہ اچھی بات ہے۔

Mr. Chairman: Please come to the point.

سینیٹر محمد زاہد خان: میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کل اور آج ہماری Standing Committee on Water and Power کی meeting تھی، آپ کو یاد ہوگا، ایک ہفتہ پہلے ساٹھ پیسے per unit بڑھا دیے تھے اور اس سے پہلے slab کی وجہ سے over billing ہوئی تھی، ان کے پاس اس کا بھی کوئی authentic جواب نہیں ہے۔ جس طرح Interior Minister سینیٹ میں نہیں آتے اس طرح ہمارے Federal Minister for Water and Power Standing Committee meetings میں نہیں آتے، State Minister sahib آئے تھے، میں نے ان سے سوال کیا کہ آپ نے ساٹھ پیسے کس وجہ سے بڑھائے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ ہم نے نہیں NEPRANے بڑھائے ہیں۔ آج Chairman NEPRANے تھے، میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے ساٹھ پیسے کیوں بڑھا دیے تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ ہم نے نہیں حکومت نے بڑھائے ہیں۔ آج وزیر صاحب نہیں آئے تھے۔ ہم قوم کے ساتھ یہی کرتے رہیں گے کہ کبھی وزیر سے پوچھیں تو وہ کہتے ہیں کہ NEPRANے کیے ہیں، NEPRASے پوچھیں تو وہ کہتے ہیں کہ وزیر صاحب نے اور جناب! سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس وقت fuel prices کم ہوتی جا رہی رہیں لیکن Water and Power کے bills میں اب بھی fuel adjustment ہو رہی ہے۔ لوگوں کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے یعنی 59 units کو 2000 bill روپے آتا ہے۔ عام آدمی کہاں جائے گا؟ اس حکومت کی کچھ سمجھ آرہی ہے کہ یہ کیا کرنا چاہتی ہے؟ ایک طرف Prime Minister sahib دو روپے ساٹھ پیسے کمی کا اعلان کرتے ہیں لیکن وہاں پر کمی نہیں ہوتی تو یہ رویہ عوام کے ساتھ رکھا ہوا ہے اور عوام ایک دن اٹھ کر حکمرانوں سمیت ہم سب parliamentarians کا جو حال کریں گے، اللہ حافظ ہے۔ شکریہ۔

Point of Order raised by Senator Kamil Ali Agha regarding the wrong statement of the Government in terms of 5% increase in GST

جناب چیئر مین: شکریہ۔ کامل علی آغا صاحب۔

سینیٹر کامل علی آغا: شکریہ۔ جناب چیئر مین! میں اسی پر point of order پر بات کرنا چاہ رہا تھا کہ پچھلے دس دنوں میں تین چیزیں بڑی alarming ہوئی ہیں جو عوام کے لیے بہت تشویش کا باعث ہیں اور اگر پارلیمنٹ سے اس کے خلاف آواز نہیں اٹھتی تو

بہت زیادتی ہوگی۔ دو چیزوں کا تذکرہ میاں رضاربانی صاحب اور محترم زاہد خان صاحب نے کر دیا ہے، یقینی طور پر یہ دو چیزیں بہت تشویشناک ہیں۔ جناب چیئر مین! سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وزیراعظم پاکستان خود اعلان فرماتے ہیں کہ بجلی کی قیمتوں میں دو روپے ساٹھ پیسے کمی کی جارہی ہے اور اس کے بعد یہ ہوتا ہے کہ قیمت میں ساٹھ پیسے اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ میں نے پہلے بھی یہ بات کہی تھی کہ دبئی میں IMF کے ساتھ جو meeting ہو رہی ہے، اس میں بجلی اور گیس کی قیمتیں بڑھانے کے سلسلے میں یقین دہانی کرائی جا رہی ہے۔ جناب چیئر مین! یہ 5% additional GST یعنی اگر پہلے 18% تھا تو اب 23% ہو گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ پہلے یہ 18% تھا، 17% نہیں تھا کیونکہ انہوں نے بجٹ میں ایک فیصد اضافہ کیا تھا۔ یہ بہت تشویشناک ہے اور لوگوں کی جیبوں پر ڈاکہ زنی ہے اور غلط بیانی کے ذریعے، درست بیان دینے کی بجائے معاملات کو چھپا کر، غلط بیانی سے عوام کو لوٹا جا رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑا ظلم اور زیادتی کوئی نہیں ہے۔ جناب چیئر مین! گیس کی قیمتوں میں دس سے سینسٹھ فی صد تک اضافہ کیا جا رہا ہے۔ جناب! دس فیصد والی slab تو کسی کے کام ہی نہیں آتی۔ وہ 53% to 65% تک آئے گی، یہ industrial, commercial and domestic users کو affect کرے گی یعنی غریب آدمی کو یہ حق نہیں دینا چاہتے کہ وہ ایک چولہے سے زیادہ استعمال کر سکیں۔ اس کو اگر gas heater کی ضرورت ہوگی تو وہ ذبح ہو جائے گا اور heater نہیں لگا سکے گا۔ ہم انشا اللہ کوشش کر رہے ہیں کہ یہ تینوں calling attention notices آج جمع کرائیں تاکہ یہ جلد از جلد ایجنڈے پر آئے اور حکومت باقاعدہ جواب دے۔ یہ غیر آئینی، غیر قانونی ہے اور یہ ظلم برداشت نہیں کیا جائے گا۔

Mr. Chairman: Raja Zafar ul Haq sahib, this is a very important issue raised particularly with reference to the Article 77. Probably we would like to hear the Finance Minister on this.

اگر اس پر آج Minister for Water and Power tariff کے حوالے سے respond کرنا چاہتے ہیں تو we will be happy to listen him but what about the things which relates to GST and the honourable member has said that it is in contradiction and violation of the Article 77. We give an opportunity to the Finance Minister, let him come to the House and explain the position. We would take the

cognizance of this thing and we would certainly settle that whether it is violation of Article 77 or not. So without listening to the other side
In respond کریں۔ کل آکر ان پر issues raise کیے ہیں، کل آکر ان پر respond کریں۔
the meantime if Khawaja sahib want to respond today, so he will be given the floor.

Next.....T03

T03-31DEC2014.....FANI\ED(Abdur Rauf).....3.50PM

Senator Raja Muhammad Zafar-ul-Haq (Leader of the House): Thank you very much Mr. Chairman, Minister for Water and Power is here, he has been attending the Session of the Senate and we will also request to Minister for Finance to brief the Senate on the other aspects of question raised by Senator Raza Rabbani.

Now floor is with the Minister for Water and Power. جناب چیئرمین: جی بالکل ٹھیک ہے
Power. جی زاہد خان صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: ہم کس طرح سنین کے وزیر پانی و بجلی کو جو کہ سٹینڈنگ کمیٹی کی میٹنگ میں نہیں آتا ہے۔ اس کا کوئی حق نہیں بنتا کہ وہ ایوان میں جواب دے، وزیر مملکت کمیٹی میں آتا ہے تو وہ یہاں آکر جواب دے ہم اس کو سن لیں گے اور اگر یہ جواب دے گا تو ہم نہیں سنین گے اور ہم واک آؤٹ کریں گے۔

جناب چیئرمین: یہ قدغن ہم نہیں لگا سکتے۔ he is a member of the Cabinet.

سینیٹر محمد زاہد خان: آپ کے پاس اختیار ہے اور آپ ان کو اجازت دیں، ہم نہیں سنین گے اور واک آؤٹ کریں گے۔

جناب چیئر مین: زاہد خان صاحب! میں یہ قدغن نہیں لگا سکتا he is a member of the Cabinet he
جی would respond on behalf of the Government. He is a concerned Minister.
خواجہ آصف صاحب۔

(اس موقع پر اپوزیشن اراکین ایوان سے باہر چلے گئے)

Statement of the Minister for Water and Power

خواجہ محمد آصف (وفاقی وزیر برائے پانی و بجلی): شکریہ، جناب چیئر مین! 2.92 پیسے کی relief تھی جس میں سے 2.32 پیسے ہم نے pass on کر دی ہے اور ساٹھ پیسے ہم نے adjustment کی ہے۔ یہ تمام تر حساب کتاب ہے 60 پیسے کی adjustment کا اور relief کا میں پھر اس کو repeat کروں گا کہ 2.92 پیسے کی relief ہمارے پاس available تھی جس میں 2.32 پیسے pass on کر دیے ہیں اور 60 پیسے ہم نے adjust کیے ہیں۔۔۔۔۔

جناب چیئر مین: جی صابر بلوچ صاحب۔

سینیٹر صابر علی بلوچ: محترم رکن نے وزیر صاحب کو کہا کہ وہ ہماری سٹینڈنگ کمیٹی کی میٹنگ میں نہیں آتے۔ وزیر صاحب assurance دے دیں کہ وہ آئندہ میٹنگ میں آئیں گے۔

جناب چیئر مین: مشاہد اللہ خان صاحب آپ جا کر اپوزیشن کو لے آئیں۔ جی۔

خواجہ محمد آصف: قانون اور قاعدہ بنانے والا یہ ایوان ہے، قانون اور قاعدے کے مطابق میں کوئی obligated نہیں ہوں کہ میں ضرور جاؤں، وزیر مملکت وہاں پر جاتے ہیں، میں بھی ضرور جاؤں گا، مجھے وہاں جانے میں کوئی تاثر نہیں ہے لیکن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جناب چیئر مین: جی امرجیت صاحب۔

سینیٹر امرجیت: کورم پورا نہیں ہے۔

جناب چیئر مین: آپ تشریف رکھیں quorum has been pointed out گھنٹیاں بجائی جاہیں۔

(گھنٹیاں بجائی گئیں)

(اس موقع پر اپوزیشن اراکین ایوان میں واپس آئے)

جناب چیئر مین: امر جیت صاحب! آپ satisfied ہیں یا گنتی کرائی جائے۔

سینیٹر امر جیت: نہیں جی ٹھیک ہے۔

Mr. Chairman: The House is in order. Now I give floor to Khawaja Asif Sahib.

خواجہ محمد آصف: جناب چیئر مین! میں ایک بار پھر دہراتا ہوں جو میں نے عرض کی تھی کہ 2.92 پیسے کی relief ہمارے پاس available تھی جس میں 60 پیسے adjust کر دیے گئے اور 2.32 پیسے consumer کو pass on کیے گئے ہیں۔ جہاں تک میرا سینٹ کی سٹینڈنگ کمیٹی میں participation کا تعلق ہے Minister of State is well within his right تو جب وہ وہاں پر جاتے ہیں اور جو بھی معروضات یا انکوائری ہوتی ہیں ان کا جواب بھی دیتے ہیں۔ میں قانونی اور آئینی طور پر obligated نہیں ہوں لیکن میں خود اس ایوان کا رکن رہا ہوں بلکہ میں نے اپنی Parliamentary politics کا یہاں سے آغاز کیا ہے تو مجھے اس کا پورا احترام ہے اگر ان کی یہ فرمائش ہے تو میں وہ ضرور پوری کر دیتا ہوں لیکن قانونی طور پر یہ مجھے compel نہیں کر سکتے۔ مجھے کوئی تامل نہیں ہے میں حاضر ہوں گا اگر ان کو مجھ سے کوئی چیز پوچھنے کی ضرورت ہوگی تو میں ایوان میں بھی اور کمیٹی میں بھی حاضر ہوں گا۔

جناب چیئر مین! آپ نے وزیر خزانہ کو یہاں پر بلا لیا ہے لیکن میں تھوڑی سی explanation اس سلسلے میں بھی دینا چاہتا ہوں جو اس کے قانونی اور آئینی پہلو ہیں میں ان کو اس وقت touch نہیں کروں گا لیکن جو اس کا financial پہلو ہے میں اس کے بارے میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ تقریباً 70 بلین روپے کا import duty پر loss تھا کیونکہ تیل کی قیمت کم ہو گئی ہے اسی لحاظ سے اس پر import duty میں 70 بلین کا فرق آ گیا ہے۔ اسی طرح جب آپ Petroleum Products اپنے consumers کو پمپوں پر بیچتے ہیں یا otherwise جو ہیں اس پر جو taxes کی collection ہے اس میں بھی کمی آئی ہے اور یہ نقصان revenue collection میں پونے دو سو ارب تک جانے کا اندیشہ ہے۔ اس چیز کو compensate کرنے کے لیے

Discussion Regarding the Participation of the Minister for Water and Power in the Meetings of the Standing Committee

Senator Mian Raza Rabbani:

سینیٹر میاں رضا ربانی: شکریہ۔ جناب چیئرمین! فاضل وزیر صاحب میرے بہت اچھے دوست ہیں لیکن میں صرف ریکارڈ کی درستگی کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا تھا کہ میں فرمائش پوری کرنے کے لیے چلا جاؤں گا۔ میں آپ کی توجہ Rule 165 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 2012 کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں۔

Rule 165. Composition of Standing Committees:- (1) Each Standing Committee shall consist of not less than twelve members and not more than fifteen members to be elected by the Senate. The Minister or Adviser concerned shall be an *ex-officio* member of the Committee:

Provided that the Minister shall not be entitled to vote as an *ex-officio* member unless, he is a member of the Senate.

Now this proviso is of importance. I am saying it is of importance because here it has been specified and a distinction has been created. So, you cannot fallback on the definition of a Minister in the definition's clause. And here it says:

“Provided further that, in the case of a Ministry which is in the charge of the Prime Minister or for which no Minister has been appointed, the concerned Minister of State or an Advisor.”

This is the distinction which has been created by the proviso to Rule 165.

“the concerned Minister of State or an Advisor, if any, shall be its *ex-officio* member and, where there is no Minister of State or an Advisor also, the Minister of State or Minister or an Advisor to whom the subject or matter referred to the Committee is assigned shall act as its *ex-officio* member and in the absence of such assignment, the Minister for Parliamentary Affairs shall act as *ex-officio* member of the Committee.”

Next point is not relevant. So, I just wanted to keep the record straight and point this House.

جناب چیئر مین: صابر بلوچ صاحب کو mike دیں۔

Senator Sabir Ali Baloch

Senator Sabir Ali Baloch(Deputy Chairman): Mr. Chairman, Rule 198(3) says:

“Every meeting of the Committee shall be attended by the Minister concerned alongwith Secretary or at least Additional Secretary if so required by the Committee.”

Minister of State کا تو ذکر ہی نہیں ہے، Minister concerned Federal Minister ہوتا ہے۔

جناب چیئر مین: خواجہ آصف صاحب۔

خواجہ محمد آصف: میں نہایت ادب کے ساتھ عرض کروں گا کہ Minister of State or Federal Minister, it's a matter of Interpretation. میں نے تو کہا ہے کہ یہ مجھے حکم کریں، فرمائش کریں، میں حاضر ہونے کے لیے تیار ہوں۔

جناب چیئر مین: جو notice آتا ہے اس کو آپ کیا لیتے ہیں، what do you treat that? اسے حکم سمجھتے ہیں،

فرمائش سمجھتے ہیں یا درخواست سمجھتے ہیں، always a notice is given to the Minister.

خواجہ محمد آصف: جیسے انہوں نے کہا ہے کہ *ex-officio* member, Federal Minister or Minister of State ہوتا ہے۔ اس میں کوئی *compulsion* نہیں ہے، I there is no *compulsion*, otherwise, no one can compel him *ex-officio* ہے یا وہ *ex-officio* کے ممبر کو چاہے وہ کسی کمیٹی کو *maintain* that to participate in the meeting. یہ نہ آئین کا معاملہ ہے، یہ *rules* کا معاملہ ہے۔ میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا لیکن میرے بھائیوں نے یہ بحث شروع کی ہے، let's contest it.

Mr. Chairman: We can have an extensive discussion on this issue.

Khawaja Muhammad Asif: We can have a debate on it.

Observation by Mr. Chairman

Mr. Chairman: We can have a debate on it. Keeping in the view, Rule 165, 198 and the definition of the Minister.

جب definition of Ministers دیکھیں تو اس پر it includes Minister and the Minister of the State.

And then subsequently there is a Rule 165 which provides another proviso for that and then there is a Rule 198. We have to examine all those Rules. we can have a debate on it. Subsequently, you move a motion for that, we can discuss that. Let's move on to the business now. Thank you.

Further Discussion on the incident of attack by terrorists on Army Public School in Peshawar

Mr. Chairman: We may now take up Item No. 4, regarding further discussion on the following unanimously agreed motion.

“The House may discuss the incident of attack by terrorists on Army Public School in Peshawar.”. I now give floor to Surriya Amir-ud-Din *sahiba*.

Senator Suriya Amiruddin

سینیٹر ثریا امیر الدین: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئر مین! سانحہ پشاور اتنا شدید ہے کہ جس نے پوری پاکستانی قوم کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ پوری دنیا میں ہمارا نام بدنام ہو گیا ہے کہ پاکستانی اتنے دہشتگرد ہیں کہ وہ سکولوں کے معصوم بچوں کو بھی نہیں چھوڑتے۔ یہ بہت دردناک واقعہ ہے، جس دن سے یہ واقعہ ہوا ہے میں سو نہیں سکی، میرا دل خون کے آنسو رو رہا ہے کہ یہ کیسا ملک ہے کہ جہاں چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو بھی ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ ہمارا مذہب تو یہ تعلیم دیتا ہے کہ علم حاصل کرو، جب ہم علم حاصل کرنے کے لیے سکولوں اور کالجوں میں جاتے ہیں تو ہم پر attacks ہوتے ہیں، یہ attack کرنے والے کہیں parachutes سے اتر کر نہیں آتے ہیں، یہ گیٹ سے آتے ہیں اور فوجی وردی میں آتے ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ فوجی وردیاں اتنی سستی کیوں ہیں کہ ہر شخص اسے حاصل کر لے اور دندناتا ہوا کہیں بھی چلا جائے اور attack کرے۔ وہ معصوم بچے جو امتحان دینے کے لیے ہال میں گئے تھے، جب وہاں دہشتگرد آئے تو وہ خوف سے کرسیوں اور ڈیسکوں کے نیچے چھپ گئے لیکن انہیں وہاں سے کھینچ کر نکالا گیا اور بے دردی سے مار دیا گیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ تمہارے باپ کا نام کیا ہے، کیا تمہارا باپ فوجی ہے۔

جناب چیئر مین! کیا فوجی ہونا گناہ ہے۔ ہمیں تو اپنی فوج پر بڑا فخر ہے، ہم اسے سلام پیش کرتے ہیں کہ ہماری فوج سرحدوں پر لڑ رہی ہے، ہم انہیں honour دیتے ہیں۔ یہ بہت ظلم ہے کہ دہشتگرد فوجیوں کے بچوں کو مارتے ہیں۔ وہ پرنسپل جس نے بچوں کی جان بچانے کے لیے اپنی جان قربان کر دی۔ میں کہتی ہوں کہ اسے ایوارڈ دینا چاہیے کہ جس نے بچوں کی خاطر جینچ جینچ کر، رورور کر فریادی کی کہ ان معصوم بچوں کو نہ مارو۔ وہ ٹیچر جس کی جان اس حادثے میں چلی گئی ہے، وہ بھی ایک اہم ہستی تھی۔ میرا تعلق بھی ہمیشہ education سے رہا ہے، بچوں سے رہا ہے، چاہے وہ سکول یا کالج کے بچے ہوں۔ مجھے ان سے ایک انسیت، لگاؤ اور پیار ہے، یہ students ہمارا مستقبل ہیں، جنہوں نے آگے چل کر پاکستان کو سنبھالنا ہے، یہ نہیں کہ ہم معصوم بچوں کو مار دیں۔ ہمارا پڑھا لکھا طبقہ اس لیے ملک سے باہر جا رہا ہے کہ یہاں خوف، دہشتگردی اور بربریت ہے۔ یہاں پر یونیورسٹیوں سے فارغ ہونے والے نوجوانوں کو نوکری نہیں ملتی ہے، ان کی اور ان کے گھروالوں کی جان محفوظ نہیں ہے۔ لوگوں کو مار دیا جاتا ہے، ہم سے اڑا دیا جاتا ہے یا قتل کر دیا جاتا ہے، کہیں آگ لگا دی جاتی ہے۔ یہ کیسا پاکستان ہے کہ جہاں سکون اور اطمینان نہیں ہے۔ ہماری حکومت کو اسے بہت سختی سے دیکھنا ہو گا کہ یہ سب

کیوں ہو رہا ہے۔ جب بلوچستان میں IT یونیورسٹی کی بس کو آگ لگا دی گئی تھی، اس میں لڑکیاں زندہ جل کر مر گئی تھیں تو اس وقت میں نے اس ایوان میں کہا تھا کہ خدارا اس دہشتگردی کو روکیے لیکن میری ایک نہیں سنی گئی اور آج ہم نے دیکھا کہ ہمارے ملک میں کیا ہو گیا ہے۔ پوری دنیا ہمیں shame, shame کر رہی ہے کہ پاکستان ایسا ملک ہے کہ جہاں معصوم بچوں کو بھی نہیں چھوڑا جاتا۔

(آگے جاری T05)

T05-31Dec2014 Rafiqat Waheed/Ed: Abdur Rauf 4:10 pm

سینیٹر ثریا امیر الدین: (جاری) پوری دنیا ہم پر شیم شیم کر رہی ہے کہ پاکستان ایسا ملک ہے جہاں معصوم بچوں کو بھی نہیں چھوڑا جاتا۔ ہمارا ملک بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے کی طرف جا رہا ہے۔ ہم پچاس سال پیچھے چلے گئے۔ ہم لوگ نہیں چاہتے کہ ہمارے بچے پڑھیں۔ ملالہ یوسف زئی کی بس پر حملہ ہوا، بلوچستان میں زائرین کی بس سے مسافروں کو اتار اتار کر مارا گیا، قلات میں کتنی لاشیں ملیں جن کا کوئی حساب نہیں۔ آپ دیکھیں کہ لاہور میں ایک جوڑے کو مار دیا گیا۔ مندروں میں آگ لگائی گئی، گرجوں پر حملے ہوئے، مساجد پر حملے ہوئے، بازاروں میں حملے ہوئے۔ کوئی دن ایسا نہیں جاتا جب پشاور شہر میں کوئی واقعہ نہ ہو یا بلوچستان میں کوئی واقعہ نہ ہو۔ دو سال قبل جب بلوچستان میں لوگوں کو مارا گیا تو منفی 13 ڈگری درجہ حرارت میں وہ اپنی لاشیں لے کر بیٹھے رہے کہ آؤ، دیکھو، ہمارے صوبے میں کیا ہو رہا ہے لیکن کسی نے ان کی فریاد نہیں سنی۔ چار دنوں کے بعد ہماری حکومت وہاں پہنچی۔ کیا بلوچستان پاکستان کا حصہ نہیں ہے کہ وہاں اتنے ظلم ہو رہے ہیں کہ لوگوں کو مار کر درختوں سے لٹکا دیا جاتا ہے، ان کی لاشیں بوریوں میں بند کر دی جاتی ہیں اور ہر طرح کا ظلم ہوتا ہے۔ اب تو یہ آگ پورے پاکستان میں لگ چکی ہے۔ پاکستان کا کوئی صوبہ اس آگ سے محفوظ نہیں ہے۔

جو لوگ شہید ہوئے، ہم ان کے والدین اور پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ آئندہ کے لیے ہم یہ عہد کرتے ہیں کہ کبھی بھی، کسی بھی جگہ حملہ ہوا تو ہم اور ہماری حکومت ان دہشت گردوں کو نہیں چھوڑیں گے۔ میں اپنی پوری پاکستانی قوم سے request کرتی ہوں، التجا کرتی ہوں، دہائی دیتی ہوں کہ ہم سب ایک ہو جائیں۔ ہم یہ نہ سوچیں کہ پشاور میں حملہ ہوا ہے یا کوئٹہ میں حملہ ہوا ہے یا پنجاب میں حملہ ہوا ہے۔ پورا پاکستان ایک ہے، ہم سب کو متحد ہو کر کام کرنا ہو گا۔ ہم اس مسئلے پر اسی وقت قابو پا سکتے ہیں جب ہم ایک ہوں گے۔ میں کوئٹہ شہر کی بات کرتی ہوں، اگر آپ وہاں جائیں تو بالکل ایسا لگتا ہے جیسے آپ افغانستان میں گھوم رہے ہوں۔ جو بھی لوگ باہر

سے آتے ہیں، انہیں check کیا جانا چاہیے کہ وہ کہاں سے آئے ہیں، وہ کون ہیں، ان کے پاس اتنا اسلحہ ہے، کس گھر میں اسلحہ ہے، کس کس جگہ ظلم ہونے جا رہا ہے، یہ ہمارا اپنا فرض ہے۔ ہم نے ڈھیل دی ہوئی ہے۔ ہم پوچھتے ہی نہیں کہ کون کہاں سے آیا اور کیوں آیا۔ آیا اس کے پاس ویزا ہے بھی یا نہیں اور وہ اس ملک میں کیسے رہ رہا ہے؟ ہم جب کسی دوسرے ملک میں جاتے ہیں اور ہمارے پاس ایک مینے کا ویزا ہوتا ہے تو ایک دن بھی زیادہ ہو جائے تو ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ کیوں رکے ہو اس ملک میں۔ دوسری طرف ہمارے پاس کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ ہمارے پاس بنگلہ دیش سے لوگ آتے ہیں، برما کے لوگ ہیں، بھاری ہیں، افغانی ہیں، ایرانی ہیں، کون سی قوم ایسی ہے جو پاکستان میں نہیں ہے لیکن کسی کو نہیں پوچھا جاتا کہ بھئی، تم کیوں بغیر ویزے کے اور بغیر پاسپورٹ کے ہو۔ آپ پشاور میں دیکھیں، بلوچستان میں دیکھیں، لوگ تعلیم حاصل کرتے ہیں، پاکستانی شناختی کارڈ بناتے ہیں اور ملک سے باہر جاتے ہیں یہ کہہ کر کہ ہم پاکستانی ہیں۔ ان تمام حادثات کو کناسب سے بڑی شرط ہے۔

میں دوبارہ یہ request کروں گی کہ پرنسپل اور ٹیچر کو جن کی اس حادثے میں جان گئی، تمغہ دیا جانا چاہیے۔ شکریہ۔

جناب چیئر مین: شکریہ۔ سید ظفر علی شاہ صاحب۔

Senator Syed Zafar Ali Shah

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ چیئر مین صاحب۔ میں بڑا مختصر اور brief رہوں گا۔ جس بحث کا اس معرزا یوان میں آغاز کیا گیا ہے، اس کا تعلق 16 دسمبر کے واقعے سے ہے، وہی اس بحث کی بنیاد بنا ہے۔

جناب چیئر مین! آج 2014 کی صبح طلوع ہونے والا سورج آہستہ آہستہ غروب ہو رہا ہے اور یہ 2014 کا آخری سورج ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ڈوبتے سورج کو وقتِ شام دیکھ۔ ہم نے اس قومی اتحاد کی بہت بڑی قیمت ادا کی ہے۔ اتنی بڑی قیمت کہ پاکستان کی تمام سیاسی جماعتیں، پارلیمانی اور پارلیمان سے باہر، کہ دہشت گردی کو ختم کرنے کے وہ جاگ گئے ہیں، ان کی آنکھیں کھل گئی ہیں۔ یہ بات مت بھولیں، یہ ریکارڈ کی بات ہے کہ دہشت گردی صرف 16 دسمبر کو نہیں ہوئی، دہشت گردی کو دیکھتے ہوئے اور اسے برداشت کرتے ہوئے چودہ پندرہ سال گزر گئے ہیں۔ یہ پہلی حکومت نہیں ہے جو دہشت گردی کا سامنا کر رہی ہے۔ سب سے پہلے دہشت گردی کے میزبان خصوصی جناب جنرل مشرف صاحب تھے جن کے پاس political power بھی تھی اور executive power بھی تھی۔ یہ کل کی بات ہے گو کہ پندرہ سال گزر گئے ہیں، ان کے دور میں جب ہمارے ایک حلیف دوست نے پوری دنیا کی دہشت گردی کو ختم کرنے کا بیڑا

سینیٹر سید ظفر علی شاہ جاری ہے۔۔۔۔ میں تو سویلین آدمی ہوں، مجھے تو اس mechanism کا پتا نہیں ہے کہ اس کے بعد کیا ہوا اور کیا نہیں ہوا، no doubt, military trial ہو، کورٹ مارشل ہوئے، کوئی سزا ہوئی ہوگی۔ جناب چیئر مین! صرف یہی نہیں۔ ہمارے دوسرے دو wings ہیں ان کے بڑے ہیڈ کوارٹرز پر بھی یہی کچھ ہوا۔ بحری فوج کے سب سے بڑے آفس میں بھی یہ واقعہ ہوا۔ انر فورس پر بھی یہ واقعہ ہوا ہے۔ جناب چیئر مین! یہ بھی چھوڑ دیں۔ اس سے بڑی دہشت گردی اور کیا ہوگی کہ پاکستان ایک sovereign country ہے اور پاکستان ایک nuclear ملک ہے۔ پاکستان کی فوج دنیا کی اہم ترین اور professional armed forces میں سے ہیں اور اس armed forces کے ایک فوجی مرکز پر رات کو attack ہوتا ہے۔ جناب چیئر مین! میں دو مئی کے واقعہ کی بات کر رہا ہوں اور اس واقعہ میں کچھ مارے جاتے ہیں اور کچھ اٹھالیے جاتے ہیں۔ وہ چور تھے یا چکے تھے، وہ شریف تھے یا بد معاش تھے، مجھے اس بات کا نہیں پتا لیکن اس بات کا مجھے علم ہے اور صرف مجھے نہیں ہر شہری کو علم ہے کہ وہ واردات کرنے والے، وہ پاکستان کی sovereignty پر attack کرنے والے گھر جا کر ٹیلی فون کر کے ہمیں بتاتے ہیں کہ رات کو یہ کچھ ہوا ہے اور ہمیں کہتے ہیں کہ مبارک ہو، مبارک ہو، بہت خوشی ہوئی ہے۔

جناب چیئر مین! یہ واقعات اور حالات دیکھ کر جس کا کوئی تدارک ہم نے نہیں کیا ہے اور آج ہم 16 دسمبر کے واقعے کا افسوس کر رہے ہیں جو کہ یقیناً ایک بہت بڑا خوفناک واقعہ ہے جس نے ہمیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ جناب چیئر مین! 16 دسمبر کی دہشت گردی کے بارے میں قوم اکٹھی ہو گئی ہے اور جو سب سے بڑی بات سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ ہمارا پہلے ہی political system ڈانواں ڈول ہے۔ ہمارے political system کو بچانے کے لیے کوئی طاقتور چیزیں نہیں ہیں کہ اس کو بچا سکیں۔ آج اوپر سے نئی باتیں آگئی ہیں کہ پاکستان کے Administration of Justice کو بھی attack کیا جائے۔ جناب چیئر مین! تین ہی تو ادارے ہیں۔ ایک ادارہ یہی جہاں پر ہم بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس ادارے کو ہم نے بڑی دفعہ ٹوٹے دیکھا۔ بڑی دفعہ تالے لگتے دیکھے۔ بڑی دفعہ politicians کو پھانسی لگتے ہوئے دیکھا۔ بڑی دفعہ politicians کو جیلوں میں جاتے ہوئے دیکھا۔ یہ بھی ایک pillar ہے اور بڑا مضبوط pillar ہے۔ آفرین ہے اس pillar کو کہ بڑی مار کھا کر اور بڑا کمزور ہو کر پھر بھی کھڑا ہو جاتا ہے۔ دوسرا pillar administration of justice کا ہے

جو کہ آج ہمیں نظر آ رہا ہے۔ آپ کا تعلق بھی اسی دنیا سے ہے۔ ہم کس طرف جا رہے ہیں۔ میں تو یہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اس واقعے کی اہمیت سے مجھے انکار نہیں ہے۔ جناب چیئر مین! 131 معصوم بچے میرے، آپ کے اور اس قوم کے لقمہ اجل بن گئے۔

جناب چیئر مین! دوسری بات جو میں کرنے لگا ہوں وہ بھی دسمبر کی ہے۔ کیا یہ ریکارڈ کی بات نہیں ہے کہ اسی دسمبر کے مہینے میں آج تک 126 بچے بھوک سے مر گئے ہیں۔ کوئی مجھے یہ بتائے گا کہ ان لوگوں کو کون سی Court trial کرے گی جن کی لا پرواہی سے یہ بچے مر گئے ہیں۔**** ہے ایسی State پر اور ایسی طاقت پر جن کے ہوتے ہوئے 126 بچے مر گئے ہیں۔ جناب چیئر مین! ان کو کتنی خوراک چاہیے تھی؟ ان کو خوراک نہ پہنچانے کا کون ذمہ دار ہے؟ کیا وہ بچے مرے نہیں ہیں۔ کیا یہ دہشت گردی نہیں ہے؟ جناب چیئر مین صاحب! آج ہماری آنکھیں شرم سے توجھک گئی ہیں لیکن ہمارے پاس کوئی حل اور جواب نہیں ہے۔ کتنا فرق ہے؟ پانچ بچوں کا فرق ہے۔ 131 بچے بارود کا شکار ہو گئے ہیں اور 126 بچے بھوک سے مر گئے ہیں۔ یہ ایک مہینے میں مر گئے ہیں۔ میں پورے سال کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ یہ بچے بھوک اور دودھ نہ ہونے کی وجہ سے مر گئے ہیں لیکن ہمیں فرصت ہی نہیں مل رہی ہے۔ لے دے کے جب بات آتی ہے تو ہمارے سسٹم پر attack ہو جاتا ہے۔ اس بات کا مجھے آج تک پتا نہیں چل سکا۔ جناب چیئر مین! ایک دو جگہ پر یہ کہہ چکا ہوں، چونکہ آج میں پوری قوم، جماعتوں اور قیادت سے مخاطب ہوں۔ قیادت صرف وہی نہیں ہوا کرتی جو کہ حکومت کر رہی ہو قیادت وہ بھی ہوتی ہے جو کہ حزب اختلاف میں بیٹھی ہو۔ آج آپ کے پاس یہی حل نکلا ہے کہ عدالتیں ختم کر دی جائیں اور عدالتوں میں فوجی افسران کو بیٹھا دیا جائے۔ جناب چیئر مین! میں ریکارڈ پر یہ کہہ رہا ہوں۔ میں ایک سیاسی ورکر اور ممبر پارلیمنٹ کی حیثیت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ اس قسم کا کوئی law pass کریں یا اس قسم کا کوئی قرارداد پاس کریں۔ مجھے نہیں پتا کہ پاکستان میں فوج کی کتنی کورز ہیں۔ میں پاکستان کے 12,13 top politicians دیتا ہوں آپ ان کو کور کمانڈر بنادیں اور ساتھ میں آپ کو guarantee دیتا ہوں کہ مہینے دو مہینے کے اندر دہشت گردی پر قابو پا لیا جائے گا لیکن سننے والا منس پڑتا ہے جب میں یہ بات کرتا ہوں۔ تو وہ کہتے ہیں کہ عقل کی بات کرو کہ جس شخص کی ٹریننگ نہیں ہے، جس شخص کو فوج کے mechanism کا نہیں پتا، جس شخص کو آگے اور پیچھے جانے کا پتا نہیں ہے اور پستول چلانے کا پتا نہیں ہے آپ اس کو کور کمانڈر بنا رہے ہیں۔ جناب چیئر مین! مجھے آپ کی توجہ چاہیے۔ اگر ایک شخص کی ٹریننگ نہیں ہے، ایک شخص کو

* (X) Words Expunged by the Order of the Chairman.

علم نہیں ہے تو وہ کور کا کمانڈر نہیں بن سکتا تو وہ شخص جس کی ٹریننگ نہیں ہے، جس کو پتا نہیں ہے اور جس کو philosophy of justice کا علم نہیں ہے آپ اس کو Presiding Officer بنادیں۔ جناب چیئر مین! اس سے بڑا مذاق پاکستان کے political system اور پاکستان کے Constitution کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ خدا! کے لیے اس لیے لوگوں نے آپ کو ووٹ دیے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اگر مجھے کوئی ذمہ داری سونپی جائے اور میں وہ نہ کر سکوں تو کم از کم یہ تو ہو سکتا ہے کہ میں ایک طرف ہو جاؤں اور کہوں کہ مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ میں بنیادی طور پر ایک سیاسی ورکر یا وکیل ہوں تو مجھے یہ کہا جائے کہ آپ نے رات کو appendix کے 12 آپریشن کرنے ہیں۔ میں نہیں کر سکتا۔ جناب چیئر مین! خدا کے لیے اس طرف بھی آپ کو توجہ دینے ہوگی۔ یہ دہشت گردی اور وہ دہشت گردی، افغانستان اور پاکستان میں آج گلی گلی دہشت گردی ہو رہی ہے۔ وہ ہمارا دوست جو آیا تھا، جو پرسوں تشریف لے گئے ہیں۔ وہ تو کہتے ہیں کہ نیٹو فورسز کا کام ختم ہو گیا ہے۔ پہلے وہ کبھی کسی کاسر اور کبھی کسی کاسر مانگتے تھے اور اب وہ واشنگٹن میں بیٹھ کر کہتے ہیں کہ ملا عمر تو بڑا معزز اور شریف آدمی ہیں۔ جناب چیئر مین! اگر ہمارے ساتھ دہشت گردی ہونے کا پیمانے ملک کے باہر ہیں، پیمانے اگر انہوں نے ناپنے ہیں کہ ہم نے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا تو جناب چیئر مین! ہم کسی کام کے نہیں ہیں۔ ہمیں یہ ماننا چاہیے باقی اس بات سے کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ پھر پاکستان کی political parties مبارکباد کے مستحق ہیں کہ وہ آج کم از کم ایک میز پر تو آگئی ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اس سے بھی کبھی آگے اور کبھی پیچھے ہوتی ہے۔ یہ پارلیمانی نظام کا طرہ امتیاز ہے۔ جناب چیئر مین! مجھے امید ہے اور یہ ایک بہت بڑا فن ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ موجودہ حکومت کے Chief Executive جناب قائد محترم میاں نواز شریف صاحب ہیں۔ ان کے پاس مینڈیٹ ہے وہ جو چاہیے کر سکتے ہیں لیکن انہوں نے اسی وقت پشاور میں بیٹھ کر پوری قوم کو دعوت دی کہ آجائیں اور اس کا کوئی حل نکالیں۔ اگر پوری قوم نے یہ حل نکالا۔ جناب چیئر مین! اب روز صبح اٹھتے اور اخبارات پڑھ لیتے ہیں تو ایسا پتا چلتا ہے کہ civilian and military gazette پڑھ رہے ہیں۔ خدا کے لیے! civil نظام کے لیے اور لوازمات ہیں اور armed forces کے اور لوازمات ہیں۔ ابھی میری بہن نے کہا ہمیں فوج سے کوئی تکلیف نہیں ہے لیکن فوج بھی یہ مت بھولیں اور سیاستدان بھی یہ مت بھولیں کہ جن ملکوں کے نظام ہل جاتے ہیں وہ پھر دھرام سے گر جاتے ہیں۔

جناب چیئر مین! میری ایک مودبانہ درخواست ہے کہ ہمارے ملک کی armed forces کو وہ کام کرنے دیں جس کے لیے قوم نے ان کو تیار کیا ہے، جس کے لیے قوم ان کو ہر وقت خون دینے کے لیے تیار ہے، جس کے لیے قوم ان کے پیچھے کھڑا ہونے کے لیے ہر وقت تیار ہے اور کھڑی ہے۔ جناب چیئر مین! جو باقی ادارے ہیں۔ اداروں کو یرغمال نہ بنایا جائے۔ اداروں کو پابند اور محسوس نہ کیا جائے۔

(آگے 07 پر جاری ہے)

T7-31Dec14 Naeem Bhatti/ED: Mubashir 4:30 p.m.

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: (جاری۔۔۔۔T/6) اداروں کو پابند اور محسوس نہ کیا جائے، اداروں کو چھوڑ دیا جائے۔ مجھے کسی کی نیت پر کوئی شبہ نہیں ہے لیکن بطور شہری مجھے mechanism پر شبہ کرنے کا حق ہے۔ جناب چیئر مین! میں آپ کا بہت مشکور ہوں۔ میں شاید بہت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن دل و دماغ ساتھ نہیں دے رہا کہ ہم کہاں کھڑے ہیں اور کس طرف جارہے ہیں؟ کیا ہم کھائیوں اور گھر ہوں کی طرف جارہے ہیں؟ جناب والا! یہ میری گزارشات تھیں جنہیں میں اپنا فریضہ سمجھتا ہوں کہ اس ایوان کے record پر لاؤں۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you. Raja Zafar-ul-Haq *sahib*, there was a word used

’XXX‘ ریاست پر۔ I thought it should be expunged.

Senator Syed Zafar Ali Shah: Mr. Chairman, I withdraw my word.

Senator Raja Muhammad Zafar-ul-Haq (Leader of the House): He has already withdrawn.

Mr. Chairman: That has been ¹expunged.

جناب چیئر مین: تاج حیدر صاحب! آپ کیا فرما رہے ہیں؟

¹ [Words expunged as ordered by the Chairman]

سینیٹر تاج حیدر: جناب چیئر مین! یہاں غلط بیانی کی گئی ہے، میں حکومت سندھ کی طرف سے تھر کو خود دیکھ رہا ہوں۔ میں تجویز دوں گا کہ آپ ایک کمیٹی تشکیل دیں جس کے سامنے پیش ہو کر تمام حقائق بیان کیے جائیں اور سوالات کے جوابات دیے جائیں یا وہ کمیٹی تھر جائے تاکہ ہم انہیں دکھا سکیں کہ وہاں کی کیا صورت حال ہے۔

جناب چیئر مین: تاج حیدر صاحب! Inter-Provincial Committee already exist کرتی ہے، اس کی وزارت بھی ہے اور Standing Committee بھی ہے، that can be examined over there. سینیٹر تاج حیدر: جناب چیئر مین! میں اس کے سامنے پیش ہونے کے لیے تیار ہوں، کل شام پانچ بجے کیا صورت حال تھی، وہ میرے پاس موجود ہے۔

Mr. Chairman: Minister *sahib*, you would conclude this debate?
لیفٹیننٹ جنرل (ر) عبدالقادر بلوچ (وفاقی وزیر برائے ریاستیں اور سرحدی امور): نہیں جناب چیئر مین! میں military courts کے بارے میں تھوڑی سی بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئر مین: دیکھیں جب آپ conclude کریں تو
you will make a statement because honourable Members have got a right to speak and you want to respond on behalf of the Government.

Lt. General (R.) Abdul Qadir Baloch: Sir, I want to respond on behalf of the Government regarding the military courts business.

Senator Mian Raza Rabbani: Mr. Chairman, the response will either come from the Minister of Interior or if the Minister of Interior can not come then the response will come from the Prime Minister, short of that we are not ready to listen here a response.

جناب چیئر مین: حافظ حمد اللہ صاحب۔

Senator Hafiz Hamdullah

سینیٹر حافظ حمد اللہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شاید میرے خیال میں کوئی دوسرا مقرر نہیں ہے۔

جناب چیئر مین: ایسی بات نہیں ہے، if you see the strength of the parties اور جو نام میرے پاس ہیں، میں اسی کے مطابق بلا رہا ہوں۔ 38 speakers have so far spoken، جو لوگ request کرتے ہیں، ہم تو opportunity دے رہے ہیں۔

سینیٹر حافظ حمد اللہ: جناب چیئر مین! آپ کی بہت مہربانی۔ آج سینیٹ میں ایک رونق ہے، دل کو سکون ہو رہا ہے اور وہ اس وجہ سے ہے کہ سولہ دسمبر کو ایک افسوس ناک، دردناک اور رُلا دینے والا سانحہ پیش آیا لیکن سولہ دسمبر سے لے کر آج تک یہاں جتنی بھی تقریریں ہوئیں یا جتنا بھی بحث مباحثہ ہوا، اس front line میں کوئی بھی ذمہ دار آدمی موجود نہیں تھا، راجہ ظفر الحق اور مشاہد اللہ خان کے علاوہ میرے خیال میں کوئی بھی قابل ذکر آدمی مجھے نظر نہیں آیا۔ وزیر داخلہ نہیں تھے اور یہ مسئلہ ان سے متعلق ہے۔ وزیر برائے دفاع موجود نہیں تھے، ہم جسے پشتو میں توپ اور بندوق کا وزیر کہتے ہیں لیکن توپ اور بندوق کے وزیر موجود نہیں تھے۔ ہم نے اس کی غیر حاضری وہاں بھی note کی جب سترہ دسمبر کو پشاور میں APC ہو رہی تھی اور چوبیس دسمبر کو گیارہ گھنٹے کی APC ہوئی لیکن وہ کہیں نظر نہیں آئے، یہ بہت بڑا سوال ہے حالانکہ اس مسئلے کا تعلق defence سے ہے، جبکہ آج یہاں بہت سے وزراء نظر آ رہے ہیں۔

جناب چیئر مین! ہم ایک طرف رو رہے ہیں کہ پشاور کا واقعہ بہت اندوہناک اور افسوس ناک واقعہ ہے، دوسری طرف ہماری بے حسی یہ ہے کہ ہم اس کو سننے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔ ایک ذمہ دار آدمی جس کا اس مسئلے سے تعلق ہے وہ سینیٹ میں آنے کے لیے تیار نہیں ہے اور جناب والا! اس پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے۔ ہم ایک طرف بچوں کی فاتحہ پڑھتے ہیں دوسری طرف جب یہ بے حسی ہو تو پھر سوال یہ ہے کہ میں اس بے حسی کی فاتحہ پڑھوں یا ان بچوں کی فاتحہ پڑھوں؟ بنیادی سوال یہ ہے کہ سولہ دسمبر کے واقعے کے ذمہ دار کا تعین نہیں ہوا کہ اس واقعے کو روکنے اور اس کا سدباب کرنے کی ذمہ داری کس کی تھی؟ ہم نے سنا ہے کہ اٹھائیس اگست کو یہاں سے KPK Government کو ایک خط جاری کیا گیا، اس میں Corp Commander, I.G. F.C, I.G. Police, Chief Secretary, بے شک Chief Executive وزیر اعلیٰ کو اور Intelligence Agencies کو بھی بھیجا گیا ہو گا۔ کیا اٹھائیس اگست سے لے کر سولہ دسمبر تک اس بات پر کوئی meeting ہوئی؟ اس خط میں یہ بات لکھی گئی ہے کہ Army Public School پر حملہ ہو سکتا ہے پھر یہ ذمہ داری کس کی بنتی ہے کہ Executive Corp Commander سے رابطہ کرے، I.G.

F.C سے رابطہ کرے یا Chief Secretary جا کر پرویز خٹک کو یہ احساس دلانے کے وفاق سے یہ letter آیا ہے، یہ بہت حساس مسئلہ ہے اور اس پر بیٹھنا چاہیے لیکن یہ نہیں ہوا۔ ہم نے اخبارات میں پڑھا کہ وزیر داخلہ نے meeting میں وہ خط دکھایا جبکہ I.G. Police تو انکار کر رہے تھے کہ ہمیں وہ letter نہیں ملا لیکن بعد میں جب وہ دفتر آیا اور اپنے ملازمین سے پوچھا، انہوں نے وہ letter دکھایا، اس پر کچھ بھی نہیں لکھا تھا۔ جب بے حسی کا عالم یہ ہو تو پھر ریاست کا تحفظ کیسے ہوگا؟ ہمارے بچوں، ہمارے سکولوں، ہمارے تعلیمی اداروں کا تحفظ کیسے ہوگا؟ کیا وہ دہشت گرد جس علاقے میں داخل ہوئے تھے، جس راستے سے جا رہے تھے، وہاں check posts ہیں۔ ایک خاتون جس کا بچہ شہید ہوا، وہ کہہ رہی تھی کہ جب میں ہر صبح جاتی ہوں تو مجھ سے check post پر پوچھا جاتا ہے کہ آپ کہاں جا رہی ہیں تو میں اپنی شناخت کرواتی ہوں کہ میں اپنے بچے کو Army Public School سے لینے جا رہی ہوں لیکن جو دہشت گرد وہاں آئے، ان کے بڑے بڑے بال، لمبی لمبی ڈاڑھیاں تھیں، Suzuki Bolan میں وہ کیسے اس راستے سے گزرے؟ وہ آسمان سے تو نہیں آئے اور نہ زمین سے نکلے، ہمارے security ادارے کہاں تھے؟ یہ مضحکہ خیز بات نہیں تو اور کیا ہے، ہماری سرکار کہہ رہی ہے، security ادارے کہہ رہے ہیں کہ وہ وردی میں تھے لیکن سکول میں زخمی ہونے والا بچہ کہتا ہے کہ وہ کالے لباس میں تھے۔ اب میں سرکاری مانوں جو کہتی ہے کہ وہ لوگ فوجی وردیوں میں تھے یا میں اس بچے کی بات مانوں جو کہتا ہے کہ وہ سادہ لباس میں تھے، یہ تضادات کیوں ہیں؟

جناب چیئر مین! جب یہ سب کچھ ہوا، کیا وفاقی حکومت یا security اداروں کی یہ ذمہ داری نہیں بنتی کہ وہ کسی کو ذمہ دار ٹھہرا دیں، Chief Secretary, I.G. Police یا وزیر اعلیٰ کو کہ آپ نے کیوں بے حسی کا مظاہرہ کیا؟ کیا Chief Secretary کو نہیں ہٹانا چاہیے تھا؟ I.G. Police کی سرزنش نہیں کی جانی چاہیے تھی؟ کیا جنرل راحیل شریف Corp Commander سے نہیں پوچھ سکتا کہ آپ کے پاس کوئی letter آیا؟ اگر پرویز خٹک کنٹینر پر سویا ہوا ہے لیکن آپ تو سوئے ہوئے نہیں تھے، کیا وہ I.G. F.C سے نہیں پوچھ سکتے لیکن کسی سے بھی جواب طلبی نہیں ہوئی۔ سب شعوری یا لاشعوری طور پر یہ کر رہے ہیں اور الٹا الزام مدارس پر لگایا جا رہا ہے۔ ہمیں چوبیس گھنٹوں میں نہیں بلکہ چھ گھنٹوں میں پتا چلا، 9/11 کے بعد آج تک جتنے بھی لوگ مرے، جتنی بھی لاشیں گریں، ساٹھ

ہزار لوگ لقمہ اجل بنے، آج تک ہمیں یہ پتا نہیں چلا کہ ٹیلیفون کہاں سے ہو رہا ہے، ہم کیسے trace کریں۔ میڈیا والے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس فلاں کا ٹیلیفون آیا تھا۔ (جاری۔۔۔۔T/8)

T08-31Dec14

Ashraf/Ed. Zafar

0440

حافظ حمد اللہ جاری۔۔۔۔9/11 کے بعد آج تک جتنے بھی لوگ مرے، جتنی بھی لاشیں گریں، ساٹھ ہزار لوگ لقمہ اجل بنے، آج تک ہمیں پتا نہیں چلا کہ فون کہاں سے ہو رہا ہے، ہم کیسے اعتماد کریں۔ میڈیا والے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس فلاں کا فون آیا ہے۔ ہمیں یہ دھمکی دی اور یہ ذمہ داری قبول کی لیکن جب آرمی بیلک سکول پر حملہ ہوتا ہے تو چھ گھنٹے بعد پتا چلتا ہے اور چھ گھنٹے بعد جنرل صاحب کابل پہنچتے ہیں اور تمام چیزیں معلوم ہوتی ہیں کہ کنڑ سے منگل باز، خراسانی کے پاس فون آیا مگر گیارہ سال سے یہ پتا نہیں چل رہا تھا۔

9/11 کے بعد بھی تو یہی ہوا، چوبیس گھنٹے میں پتا چلا، 48 گھنٹے میں الزام لگایا اور ایک مہینے کے اندر افغانستان پر چڑھائی کر دی۔ وہاں سوالات تھے تو کیا یہاں سوالات نہیں ہیں؟ یہ سوالات تو ادھر بھی اٹھ سکتے ہیں لیکن کسی نے بھی یہ نہیں پوچھا کہ ہمارے تینتیس سے بھی زیادہ انٹیلیجنس ادارے ہیں ان کی ذمہ داری کیا ہے؟ ان سے پوچھا جائے کہ خط جو وفاق سے آیا آپ نے اس پر ایکشن لیتے ہوئے کیا ذمہ داریاں ادا کیں؟ سیاست دان تو خواب خرگوش میں ہیں۔ سوال یہ ہے پرویز خٹک کیا کر رہے ہیں؟ ان کی ذمہ داری کیا تھی، یہ نہیں پوچھا گیا۔ میرے خیال میں کسی میٹنگ میں اس کا ذکر نہیں آیا ہو گا۔ الزام مدارس پر لگایا جاتا ہے۔ کیا مدارس دہشت گردی کی زسریاں ہیں؟ ہم سچ کیوں نہیں بولتے؟ پرسوں وہ مجاہد جوروں کے خلاف لڑ رہا تھا اس کو ٹریننگ کون دے رہا تھا؟ پھر وہ مجاہد جب طالب بنا تو اس کی افغانستان میں حکومت بنی اور اس حکومت کو کس نے تسلیم کیا؟ اسی پاکستان نے تسلیم کیا تھا۔

ملا عبد السلام ضعیف یہاں سفیر تھے جنہیں آپ نے بوری میں ڈال کر امریکہ کے حوالے کیا اور گوانتانامو بے بھجوا دیا۔ آپ نے تسلیم کیا، یو اے ای نے تسلیم کیا، سعودی عرب نے تسلیم کیا۔ اب وہ مجاہد، وہ طالب دہشت گرد بنا۔ آپ نے جب فیصلہ کیا کہ وہ خود یا کسی کے کہنے پر مجاہد ہے، آپ نے خود یا کسی کے کہنے پر فیصلہ کیا ہے کہ طالبان کو تسلیم کرنا ہے، 9/11 کے بعد خود یا کسی کے کہنے پر اس کو دہشت

گرد declare کیا، اگر کسی کے کہنے پر کیا تو آج ہم جس جنگ کی طرف بڑھ رہے ہیں یہ ہم خود فیصلہ کر چکے ہیں پندرہ روزہ دورے کے نتیجے میں کر رہے ہیں؟ یہ کوئی نہیں کہتا، کیا کوئی یہ پوچھ سکتا ہے کہ جنرل راحیل شریف پندرہ روزہ دورے پر امریکہ گئے، آپ پارلیمنٹ کو ذرا رپورٹ دیں کہ اس پندرہ روزہ دورے میں آپ نے کیا کیا؟

جب نواز شریف سے یہ پوچھا گیا کہ آپ نے ڈیڑھ ارب سعودی عرب سے لیے، کس مد میں لیے؟ کیا یہ سوال نہیں ہو سکتا ہے کہ ایک بلین ڈالر جو اس دورے میں لیے گئے وہ کس مد میں لیے گئے؟ بس دہشت گردی کی جنگ ہے۔ بھئی دہشت گردی کی جنگ ہم پر کس نے مسلط کی؟ 65ء میں جنگ ہوئی، وہ ایک جرنیل نے لڑی جو سیاست دان نہیں تھا۔ 71ء میں جنگ ہوئی، وہ ایک جرنیل نے لڑی وہ سیاست دان کا فیصلہ نہیں تھا بلکہ کچی خان کا تھا۔ 80ء میں جنگ لڑی، جرنیل کا فیصلہ تھا، سیاست دان کا نہیں تھا اور 9/11 کے بعد جو جنگ شروع ہوئی وہ بھی جنرل مشرف کا فیصلہ تھا سیاست دان کا نہیں تھا لیکن آج سب سے زیادہ گالیاں سیاست دانوں کو ملتی ہیں یا مذہبی دنیا کو ملتی ہیں۔ اس میں کردار ہر ایک کا ہے لیکن گالی مدارس اور مذہبی دنیا کو دی جاتی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ ریمینڈ ڈیوس کس مدرسے کا طالب علم تھا؟ جس نے لاہور میں آکر نوجوانوں کو نارگٹ کیا۔ آپ نے اس کو تحفظ کیوں دیا؟

آپ 8 دسمبر کے اخبارات پڑھیں، امریکی سینیٹ کی کمیٹی برائے امور خارجہ اعتراف کرتی ہے کہ طالبان حکومت کے خاتمے کے دو مہینے بعد اسامہ کو ہم نے پہاڑوں میں گھیر لیا تھا اور میں نے اعلیٰ امریکی حکام سے پوچھا کہ اب ہم نے کیا کرنا ہے تو انہوں نے کہا کہ اسامہ کو مارنا نہیں اور نہ پکڑنا ہے بلکہ اس کو محفوظ راستہ دینا ہے۔ کیوں؟ اس کا معنی یہ ہے کہ اسامہ زندہ رہے گا تو جنگ جاری رہے گی۔ آج یمن میں ہے تو ڈرون ادھر بھیجو۔ آج سوڈان میں ہے تو ڈرون ادھر بھیجو۔ آج پاکستان میں، وزیرستان میں ہے تو ڈرون ادھر بھیجو لیکن جب دیکھا تو ایبٹ آباد میں ملا۔ اب اس کا ذمہ دار کون ہے؟ اس کا ذمہ دار اس وقت کے صدر زرداری صاحب ہیں یا وزیراعظم گیلانی ہیں یا اس کے ذمہ دار ہمارے انٹیلیجنس ادارے ہیں۔ کون ذمہ دار ہے لیکن جب ہم یہ بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں یا تو یہ بہت دلاور ہے، جرات مند ہے جو یہ بات کرتا ہے یا یہ بندہ پاگل ہے۔ جو سچ بولتا ہے وہ یا پاگل ہوتا ہے یا بہت جرات مند ہوتا ہے۔ پتا نہیں اس کو کیا کہا جاتا ہے۔

میں نے یہاں جتنی بھی تقاریر سنی ہیں، کسی نے بھی ایسی بات نہیں کی کہ جنرل راحیل سے یہ سوال کرے کہ آپ نے پندرہ روزہ امریکہ کا دورہ کیا اور آپ نے ادھر کیا کیا فیصلے کیے۔ سترہ اور چوبیس دسمبر کو جو اسلام آباد میں میٹنگز ہوئیں کس نے ان کی قیادت کی؟ اس پر

کسی سیاست دان نے آواز اٹھائی؟ فوجی عدالتوں کا فیصلہ آپ نے خود کیا۔ آپ آکر باہر کھڑے ہو کر غصے سے روگردانی کر رہے ہیں، آپ قوم کو دھوکہ دے رہے ہیں؟ سیاست دھوکہ اور ورغلانے کے لیے نہیں ہے۔ اگر آپ نے فیصلہ کرنا ہے کہ فوجی عدالتیں قائم ہونی ہیں تو بنگالہ دہل کہیں کہ میں نے دہشت گردوں کے خلاف لڑنا ہے۔ اندر بات کرتے ہیں اور باہر آکر باتیں کرتے ہیں کہ ہم نے ایسے نہیں کہا، ہم نے یہ نہیں کہا۔ ایسے ریاستیں نہیں چلتیں۔

آج اگر ہم یہ سوچیں کہ ایک آدمی بیمار ہے اور اسے آپریشن کی ضرورت ہے لیکن آپریشن سے پہلے ڈاکٹر ان کو مشورہ دیتا ہے کہ چوبیس گھنٹے آپ نے پانی نہیں پینا ہے، اگر آپریشن کروانا ہے تو صرف پانی پیو کھانا نہیں کھانا ہے کیونکہ اس سے آپ کا بلڈ پریشر low بھی ہو جاتا ہے اور ہائی بھی ہو جاتا ہے۔ یہ بیماری جو ہماری ریاست کو لگی ہے اس کے اسباب اور عوامل کیا ہیں؟ کیا اس کے اسباب اور عوامل ہماری غلامانہ پالیسی نہیں ہے؟ ہمیں امریکہ dictate کر رہا ہے۔ امریکہ آپ کو استعمال بھی کر رہا ہے اور یہ بھی کہہ رہا ہے کہ آپ افغانستان اور انڈیا میں پر کسی واری کی سرپرستی کر رہے ہیں۔ اس ایوان میں کوئی ایک تو کہے کہ امریکہ ہمارا دوست ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے؟

آج سکیولر لوگ کہتے ہیں مولوی خواہ مخواہ امریکہ سے لڑائی چاہتے ہیں۔ بھائی! امریکہ سے لڑائی نہیں چاہتا ہوں، نہ مذہبی دنیا چاہتی ہے بلکہ ہم دوستی چاہتے ہیں۔ چین بھی ایک طاقت ہے، اگر آپ ہر پاکستانی سے پوچھیں کہ چین کیا ہے تو وہ کہے گا کہ وہ ہمارا دوست ہے لیکن اگر آپ امریکہ کے بارے میں پوچھیں تو کوئی نہیں کہے گا کہ امریکہ ہمارا دوست ہے۔ اگر مدارس پر انگلی اٹھتی ہے تو پنجاب یونیورسٹی سے بھی تو مطلوب لوگ پکڑے گئے، کراچی یونیورسٹی سے پکڑے گئے، پشاور یونیورسٹی سے پکڑے گئے، آپ کے فائیسٹار ہوٹلوں سے پکڑے گئے۔ کبھی کسی نے کسی تعلیمی ادارے کا نام لیا؟ مدارس کا نام تو لیا جاتا ہے۔ جنرل حمید گل کا نام کسی نے لیا کہ آپ نے نوجوانوں کو کیوں نکالا، اپنے مراکز میں تربیت کیوں دی؟ وہ مراکز جہاں سے آپ لوگوں کو تربیت دے کر کشمیر بھجواتے تھے، افغانستان بھجواتے تھے، اس میں سب شامل تھے لیکن اس کا نام کوئی نہیں لے رہا۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ مدارس نرسریاں ہیں۔ سب سے پہلے جنرل حمید گل کو لٹکانا چاہیے پھر اس کے بعد اسلم بیگ کو لٹکانا چاہیے۔ جس جس نے اس میں کردار ادا کیا ہے اگر یہ غلط ہے تو سب سے پہلے اس نرسری کی جواب طلبی ہونی چاہیے جس نرسری نے میرے نوجوان کے ہاتھ میں بندوق دی۔ آپ میاں نواز شریف سے پوچھتے ہیں، آپ آصف علی زرداری سے

پوچھتے ہیں۔ بے نظیر کو کس نے مارا، لیاقت علی خان کو کس نے مارا، قائد اعظم محمد علی جناح کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ ان کو بھی مروایا گیا۔

جناب چیئرمین! یہ جتنی بھی داستانیں ہیں، اگر ہم واقعی سچ بولتے ہیں تو حقیقت یہ ہے کہ اس طرح بات نہیں چلے گی۔ ہم فیصلہ کریں کہ دہشت گردی کے نام پر ہماری پالیسی کیسی رہے گی۔ سوال یہ ہے قومی سلامتی پالیسی۔۔۔۔۔
(اس مرحلہ پر جناب وزیراعظم ایوان میں تشریف لائے)

جاری۔۔۔۔۔

T09-31Dec2014 04:50 p.m. Taj/Ed.Altaf

(اس دوران جناب وزیراعظم ایوان میں تشریف لے آئے)

سینیٹر حافظ حمد اللہ:۔۔۔۔۔ جاری۔۔۔۔۔ جناب چیئرمین! میں جناب وزیراعظم صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، ان کو خوش آمدید کہتا ہوں کہ وہ ایوان بالا آکر جو سینیٹروں اور ایوان کا کافی عرصے سے مطالبہ تھا ان کی حوصلہ افزائی کی، خاص کر اس حساس مسئلے پر جو سانحہ پشاور ہے۔

چار جنگیں لڑی گئیں، 1965، 1971، 1980 اور 9/11 جو چار جرنیلوں نے لڑی ہیں اور فیصلہ بھی چار جرنیلوں نے کیا ہے۔ آج جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں وہ اس کا نتیجہ ہے، لیکن یہ کسی نے کسی سے بھی نہیں پوچھا۔ کیا میاں نواز شریف صاحب آج قوم کو بتائیں گے، جناب وزیراعظم صاحب، جو قابل احترام ہیں، یہ کہ غیر معمولی مسئلے کے حل کے لیے غیر معمولی فیصلے کرنے ہوں گے۔

جناب وزیراعظم صاحب! کیا آپ نے جنرل راحیل سے یہ پوچھا کہ پندرہ روزہ دورہ جو امریکہ کا کیا گیا، اس میں کیا کیا فیصلے ہوئے اور ہمیں brief کریں۔ کیا اس پارلیمنٹ کا حق نہیں ہے کہ یہ پارلیمنٹ پوچھے کہ وہاں کیا فیصلہ ہوا؟ وہاں سے آنے کے بعد ایک ہفتے کے اندر سانحہ پشاور ہوتا ہے اور چوبیس گھنٹے کے اندر فیصلہ ہوتا ہے کہ good and bad کے خلاف ایک نئی جنگ شروع ہو جائے گی۔ بارہ سال ہم bad کے پیچھے پڑے تھے اور good کو ہم تحفظ دے رہے تھے۔ دینی مدارس، میں نے بات کی، ریمینڈ ڈیوس مدرسے سے

نہیں ملا، اسامہ بن لادن مدرسے سے نہیں ملا، پنجاب یونیورسٹی سے لوگ ملے لہذا میں وزیراعظم صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ وفاق المدارس کی تنظیم کو بلائیں، اپنی سرپرستی میں میٹنگ کریں، کونسے مدارس ہیں جو دہشت گردی میں ملوث ہیں۔

دوسری بات، ان کی فہرست ان مدارس کو دے دیں کہ یہ مدارس ہیں۔ جو غیر رجسٹرڈ مدارس ہیں ان کی رجسٹریشن ہونی چاہیے، لیکن بغیر کسی جواز کے مدارس پر چڑھائی سانحہ پشاور کی آڑ میں، یہ ناقابل برداشت ہے۔ ایبٹ آباد کمیشن میں جنرل شجاع پاشا نے NGOs کا نام لیا اور راحیل شریف نے تین ہفتے پہلے ایک بیان جاری کیا جس میں انہوں نے کہا کہ ملک میں NGOs ملک دشمن کارروائیوں میں ملوث ہیں۔ کیا ان بیس نکات میں این جی اوز کی اصلاح کی بات ہوئی یا نہیں ہوئی ہے؟ کتنے NGOs ہیں جو unregistered ہیں؟ کتنے سکول ہیں جو unregistered ہیں؟ کیا وزیراعظم صاحب نے ان بیس نکات میں یہ شامل کیا ہے جو پارلیمنٹ کی تین قراردادیں پڑی ہیں گزشتہ حکومت کے دور سے، جو اپوزیشن پارٹی تھی، آج اقتدار میں ہے کہ اس ملک کی خارجہ پالیسی پر نظر ثانی ہوگی۔ کیا موجودہ حکومت یہ راہ رکھتی ہے کہ خارجہ پالیسی پر نظر ثانی ہوگی؟ یہ کہ ہمارے تعلقات کی نوعیت امریکہ سے کیا ہوگی؟ اس پوری جنگ میں صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان کا کیا role ہے؟ وہ وزیرستان اور فانا کا Executive ہوتا ہے، اس کا کوئی role ہم نے نہیں دیکھا۔ لہذا صدر پاکستان کے role سے ہمیں مطمئن کریں کہ اس کا کردار کیا ہے۔

تیسری بات، اتنی حساس ریاست جو اس خوفناک صورتحال سے ان کا سامنا ہے، فل ٹائم وزیر خارجہ نہیں ہے، وزیر قانون نہیں ہے، بصداوب، وزیر دفاع سے کوئی پوچھتا ہی نہیں ہے جو ہمارے توپ اور بندوق کے وزیر ہیں۔ سترہ دسمبر اور چوبیس دسمبر کی کسی بھی میٹنگ میں وہ شریک نہیں تھا، کیوں نہیں تھا؟ سوالیہ نشان ہے۔ فوجی عدالتوں کا قیام اندر فیصلہ، باہر اختلاف، کیوں، کیا وجہ ہے؟

سینیٹر ظہیر الدین بابر اعوان: وزیراعظم صاحب آئے ہیں، میں جی ایس ٹی کی بات کرنا چاہتا ہوں جو بڑھا کر 22 فیصد کی گئی ہے۔۔۔

جناب چیئر مین: بابر صاحب، وہ already discuss ہو چکا ہے، اس پر کل وزیر خزانہ جواب دیں گے، آپ کل تشریف لائیں۔ that is a very important issue, that has been raised by Senator Raza

Rabbani, that it is violation of Article 77. We would like to listen the Finance Minister on that tomorrow. Now I give the floor to the honourable Prime Minister.

State of the Prime Minister Mian Muhammad Nawaz Sharif

میاں محمد نواز شریف (وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ، جناب چیئر مین! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ سولہ دسمبر کے سانحہ نے کس طرح پوری قوم کا رخ ایک ہی مقصد کی طرف موڑ دیا ہے، کہ دہشت گردی کے ناسور کو جڑ سے اکھاڑ کر باہر پھینکا جائے۔ تقریباً دس سال سے جاری اس کھیل نے زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا۔ پچاس ہزار سے زائد پاکستانیوں کا خون اس ناسور کی بھینٹ چھڑ گیا۔

جناب چیئر مین! ہمیں تسلیم کرنا ہو گا کہ اس طویل عرصے کے دوران اس مسئلے کی سنگینی کے مطابق کوئی ٹھوس حکمت عملی نہیں بن سکی۔ ہماری حکومت نے ذمہ داریاں سنبھالتے ہی دہشت گردی کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے انتہائی ٹھوس پیشرفت کی، بہت سنجیدگی سے اس پر غور کیا۔ میں ماضی کے ان اقدامات کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ جب معاملے کو بات چیت کے ذریعے حل کرنے کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں تو پھر ایک فیصلہ کن آپریشن ضرب عضب کا فیصلہ کیا گیا۔ ضرب عضب اسی عزم کا نتیجہ تھا، جناب چیئر مین! کہ دہشت گردوں پر کاری ضرب لگائی جائے اور اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ انتہا پسندی، دہشت گردی اور فرقہ واریت جیسے قتنوں کی پرورش کرنے والے تمام راستوں کو بند کر دیا جائے۔

جناب چیئر مین! سولہ دسمبر کے اس سانحے کے فوراً بعد میں نے سیاسی قائدین کو دعوت دی کہ آئیے ہم سب مل بیٹھ کر دہشت گردی کے خلاف ایک قومی لائحہ عمل تشکیل دیں۔ میں شکر گزار ہوں کہ انتہائی مختصر نوٹس پر ساری قیادت پشاور میں جمع ہوئی جس میں اعتراف احسن صاحب، قائد حزب اختلاف بھی موجود تھے۔ پورے دن کی discussion کے بعد ایک خصوصی کمیٹی بنانے کا فیصلہ کیا گیا اور یہ کہا گیا کہ ایک ہفتے کے اندر اندر یہ خصوصی کمیٹی ایک National Plan بنانے کی ذمہ داری قبول کرے، وہ ذمہ داری سونپی گئی، اس کمیٹی نے مقررہ مدت کے اندر اندر اپنا کام مکمل کر لیا۔ بہت سارے ٹیلی ویژنز پر بولنے والے، بہت سارے اخبارات میں لکھنے والے

حضرات یہ کہتے تھے کہ کمیٹی بن گئی ہے، بس اب کمیٹی کے سپرد کیا گیا ہے، دیکھیں کمیٹیوں کا حشر تو پہلے بھی اس ملک کے اندر ہم سب نے دیکھا ہے، یہ کمیٹی بھی کچھ نہیں کرے گی۔ لیکن میں کمیٹی کا بڑا مشکور ہوں، جنہوں نے واقعتاً ایک ہفتے کے اندر اندر اپنا کام مکمل کیا۔ چوبیس دسمبر کو قومی، سیاسی اور عسکری قیادت نے اس ایکشن پلان کی منظوری دی اور اس میں تمام leadership موجود تھی۔۔۔۔

(Followed by T10)

T10-31DEC2014

SAIFI

TIME 0500

میاں محمد نواز شریف (وزیراعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان):۔۔۔۔۔ جاری ہے۔۔۔۔۔ اور اس میں تمام لیڈر شپ موجود تھی، میں اس لیڈر شپ کا مشکور و ممنون ہوں کہ انہوں نے سارا دن اس پر خرچ کیا، دس گھنٹے وہاں پر بیٹھے اور رات کو اس پر متفق ہو کر اٹھے، بیس نکاتی پلان کی سب نے منظوری دی، اس پر سب نے ہاں کی اور اس کے بعد اجلاس ختم ہوا۔ جناب چیئرمین! یہ اس امر کی دلیل ہے کہ معاملہ کی سنگینی کو قومی لیڈر شپ نے محسوس کیا اور کامل اتفاق رائے کے ساتھ اس جذبے کا اظہار ہوا کہ دہشت گردی کے مکمل خاتمے کے لیے ریاست پوری قوت کے ساتھ آگے بڑھے۔

جناب چیئرمین! میں نے قوم سے خطاب کے دوران بھی یہ بات کہی تھی اور آج پھر دہرانا چاہتا ہوں کہ ہم حالت جنگ میں ہیں۔ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ غیر معمولی حالات، غیر معمولی اقدامات کا تقاضا کرتے ہیں۔ جناب چیئرمین! کیا یہ غیر معمولی حالات نہیں کہ پھول جیسے معصوم بچوں کو گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا؟ کیا یہ غیر معمولی حالات نہیں کہ ڈیڑھ سو کے لگ بھگ معصوم بچے اپنی کتابوں، کاپیوں اور بستوں سمیت خون میں نہلا دیئے جائیں؟ کیا یہ غیر معمولی حالات نہیں کہ اپنے بچوں کے بارے میں سہانے خواب دیکھنے والی مائیں عمر بھر کے لیے اپنے بچوں کی راہ دیکھتی رہیں؟ کیا یہ غیر معمولی حالات نہیں کہ نہ ہماری عبادت گاہیں محفوظ ہوں، نہ درس گاہیں محفوظ ہوں، ہمارے ہوائی اڈے محفوظ ہوں نہ دفاعی تنصیبات؟ کیا یہ غیر معمولی حالات نہیں کہ ہماری محب وطن اقلیتیں جنوبی دہشت گردوں کا نشانہ بننے لگیں؟ کیا یہ غیر معمولی حالات نہیں کہ ہمارے کھیل کے میدان سونے ہو جائیں؟ کیا یہ غیر معمولی حالات نہیں کہ اپنے مذہب اور آئین سے بغاوت کرنے والے دہشت گرد پوری قوم کو یرغمال بنالیں؟ جناب چیئرمین! انشاء اللہ ہم یہ سب نہیں ہونے دیں گے۔ پاکستانی عوام نے یہ ذمہ داری ہم سب پر سونپی ہے جو یہاں پر بیٹھے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی مدد سے ذمہ داری کو پورا کریں گے۔ ہمارے معصوم

شہیدوں نے اپنے لمبے سے جو چراغ روشن کیا ہے ہم ان چراغوں کی لو کم نہیں ہونے دیں گے۔ ان بچوں کے خون کے ہر قطرے کا حساب لینا ہم پر واجب ہے۔ سیاسی اور فوجی قیادت سمیت پوری قوم اس عہد میں شریک ہے کہ اب یہاں پر دہشت گردی کو پروان نہیں چڑھنے دیا جائے گا۔

جناب چیئرمین! سولہ دسمبر کے بعد سے حکومت دن و رات کی تمیز کئے بغیر قومی ایکشن پلان پر عملدرآمد کا نظام وضع کر رہی ہے۔ مسلح افواج بھی اس حکمت عملی میں مصروف ہے۔ گزشتہ روز فوجی قیادت اور حکومتی ایکشن کمیٹی کا ایک طویل مشترکہ اجلاس ہوا۔ میری خواہش ہے ہم نے سولہ دسمبر کے فوراً بعد جس اتحاد اور یکجہتی کا بے مثال مظاہرہ کیا ہے وہ قائم رہے۔ ہمارا اتحاد و اتفاق ہی دہشت گردوں کے لیے پیغام ہے کہ اب پوری قوم دہشت گردی کے خاتمے کو اپنی جنگ سمجھ کر میدان میں نکل آئی ہے اگر خدا نخواستہ اتحاد و اتفاق کی اس فسیل میں کوئی لکیر پڑ گئی تو یہ قومی نقصان ہوگا۔ جناب چیئرمین! آپ جانتے ہیں کہ قومی ایکشن پلان بیس نکات پر مشتمل ہے جس کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں اور جو چوبیس دسمبر کو طے کیا گیا تھا، ہم نے اس پلان کی منظوری کے چند لمحوں بعد ہر نکتے کے حوالے سے خصوصی کمیٹی قائم کر دی، ہر کمیٹی کو اپنی ٹھوس تجاویز کے لیے مختصر وقت دیا گیا اور بیشتر کمیٹیوں کی رپورٹس موصول ہو گئی ہیں جن کو عملی جامعہ پہنانے کی مشق شروع کی جا چکی ہے۔ میں روزانہ کی بنیاد پر پیش رفت کا خود جائزہ لے رہا ہوں۔

جناب چیئرمین! اب تک کی ترجیحات کے مطابق دہشت گردوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے قانون و انصاف کے فوری نظام پر کام مکمل کیا جا رہا ہے۔ چوبیس دسمبر کے اجلاس میں پورے ملک کی سیاسی قیادت نے بہت غور و خوض کے بعد متفقہ طور پر ایسی عدالتوں کی منظوری دی تھی جس کے سربراہ فوجی افسران ہوں۔ یہ اتفاق رائے سے طے پایا تھا کہ ان عدالتوں میں صرف دہشت گردی کی وارداتوں کے مجرموں کے مقدمے چلائے جائیں گے، یہ بھی طے پایا تھا کہ ان عدالتوں کے لیے ایک مدت کا تعین کر لیا جائے، ہم نے اس سلسلے میں تمام قانونی اور آئینی اقدامات کا خاکہ تیار کر لیا ہے۔ مجھے یقین ہے ہم اتفاق رائے کے ساتھ پارلیمنٹ سے اس کی منظوری حاصل کر لیں گے بلکہ پارلیمنٹیں خود اسے منظور کریں گے کیونکہ خود انہی کے ہاتھوں کا بنایا ہوا خاکہ ہے اور اس کے لیے آج کل میٹنگیں ہو رہی ہیں، میں ممنون ہوں، مشکور ہوں تمام ممبران کا جو ان meetings میں آتے ہیں بشمول لیڈر آف دی اپوزیشن اعترافاً حسن جوابی بھی اسی

میٹنگ سے آرہے ہیں۔ میں ان کا بھی بہت مشکور ہوں اور دیگر ممبران کا بھی کہ وہ اس میں وقت دے رہے ہیں کیونکہ یہ قومی معاملہ ہے اور قومی معاملات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں، میں ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین! ہم نے طے کر لیا کہ اب پاکستان میں کسی مسلح جتھے کو کام کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ کوئی گروہ طاقت کے زور پر اپنے نظریات مسلط نہیں کر سکے گا۔ کالعدم تنظیمیں اب اپنے آپ کو حقیقی معنوں میں کالعدم سمجھیں، انہیں کسی بھی شکل میں کام کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ جناب چیئرمین! میڈیا کی آزادی کسی بھی جمہوری ریاست کی بنیادی ضرورت ہے، ہم ہر قیمت پر اس آزادی کا تحفظ کریں گے۔ میڈیا کو آزادی ہوگی کہ وہ حکومت پر تنقید کریں، حکمرانوں کی کمزوریوں پر نظر رکھے اور غلط اقدامات کی نشاندہی کریں، ہم اس کو welcome کریں گے۔ جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ اور بہت سی چیزوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے جس سے ہم دہشت گردی کو میڈیا کے ذریعے سے اس کو فروغ دینا، اس کو پروان چڑھانا یا اس کے بارے میں glorify کر کے بتانا میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لیے ہم سب نے مل کر یہ طے کیا تھا کہ اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ جناب چیئرمین! میں اس ایوان کے معزز اراکین پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ صرف حکومت کا نہیں پوری قوم کا ایکشن پلان ہے، پوری سیاسی اور عسکری قیادت کا ایکشن پلان ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ ہمیں ایسے اقدامات کرنے پڑ رہے ہیں جو معمول کے حالات میں نہیں ہوتے لیکن یہ حالت جنگ ہے۔ جناب چیئرمین! اس کا فیصلہ کون کر رہا ہے؟ اس کا فیصلہ قومی قیادت کر رہی ہے کہ قوم کو یہ مسائل درپیش ہیں، قوم ایک غیر معمولی حالات سے گزر رہی ہے اور ان غیر معمولی حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے ان غیر معمولی اقدامات کی ضرورت ہے۔ کیا کرنا چاہیے؟ کون سا قانون بنانا چاہیے؟ کس طرح کی کورٹس بنانی چاہئیں؟ کس طرح کی constitutional amendments کرنی چاہئیں اس کا فیصلہ یہ ایوان کر رہا ہے اور نیشنل اسمبلی کر رہی ہے۔ اس کا فیصلہ کوئی ایک شخص نہیں کر رہا، یہ قومی قیادت، قومی لیڈر شپ کر رہی ہے اور جمہوریت کے اندر رہتے ہوئے کر رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آئین و قانون سب کچھ اسی لیے ہے کہ پاکستان کے عوام کی زندگیوں کا تحفظ کیا جائے۔ اس آئین و قانون کا کیا فائدہ ہوگا جو پاکستانی عوام کی زندگیوں کا تحفظ نہ کر سکے۔ ان پھول جیسے بچوں کی زندگیوں کا تحفظ نہ کر سکے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ آئین کے دائرے میں رہتے ہوئے ہم یہ سارے کام کر رہے ہیں۔ میں خود اور میرے دائیں بیٹھے ہوئے حضرات نے بڑی مشکلیں کاٹی ہیں، ہم نے مشکلیں کاٹی ہیں، ہم نے سزائیں بھگتی ہیں اس ملک میں، ہم کس طرح آئین و قانون سے انحراف کر سکتے ہیں۔ سوال ہی پیدا

نہیں ہوتا۔ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے عدلیہ کی آزادی کے لیے جدوجہد کی ہے۔ عدلیہ کی آزادی کے لیے ہم میدانوں میں نکلے ہیں اور اس میں ہم اکٹھے تھے، میں بھی تھا میرے محترم بھائی اعجاز احسن ایک ہی گاڑی میں بیٹھ کر جدوجہد کا آغاز کیا تھا۔ جناب چیئر مین! اگر آج ہم ایسا سوچ رہے ہیں تو پاکستانی قوم کی بقا، اس کی بہتری اور مستقبل کے تحفظ کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ اگلی آنے والی نسلوں کے تحفظ کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ آپ کو یہ بھی یاد ہوگا، شاید اس کو سوشل میڈیا پر بھی دیکھا ہوگا، ممکن ہے کسی ٹیلی ویژن کے ذریعے سے دیکھا ہوگا جب ہمارے فوجی جوانوں کی گردنوں کو کاٹ کر، ان کی لاشوں کو جیپ سے نیچے پھینکا گیا، ان کے سروں کے ساتھ فٹ بال کھیلا گیا۔ جناب چیئر مین! یہ معمول کے حالات ہیں، کیا یہ حالات معمول کے اقدامات کا تقاضا کرتے ہیں۔۔۔۔۔ جاری ہے۔۔۔۔۔

T11-31DEC2014 5:10 P.M. FAHEEM/ ED Zafar

میاں محمد نواز شریف (وزیراعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان): (جاری۔۔۔) کیا یہ حالات معمول کے اقدامات کا تقاضا کرتے ہیں؟ میں سمجھتا ہوں جناب چیئر مین! اگر ہم نے سخت ترین اقدامات کر کے ان چیزوں کو نہ روکا تو کل خدا نخواستہ پھر شاید ہم ان تمام معاملات کو روکنے کے قابل نہیں رہیں گے۔ جناب چیئر مین! یہ حالات جنگ ہیں اور قومی سلامتی کا تقاضا بھی ہے، میں جانتا ہوں کہ ہر شخص کے بنیادی حقوق ہیں لیکن پشاور میں شہید ہو جانے والے بچوں کے بھی کچھ حقوق تھے، ان کا بھی حق تھا کہ علم حاصل کریں، ان کا بھی حق تھا کہ جوان ہو کر اپنے خوابوں میں رنگ بھریں، جناب چیئر مین! ان کا بھی حق تھا کہ وہ اپنے کارناموں سے نام اور مقام حاصل کریں، ان کا بھی حق تھا کہ اپنے والدین کی آرزوؤں کی تکمیل کریں لیکن دہشت گردوں نے ان کے سارے حقوق چھین لیے۔ چند لمحوں میں ان کی زندگیاں چھین لیں۔ ہم انسانی حقوق کا احترام کرتے ہیں لیکن ایسے دہشت گردوں کے حقوق کے لیے اپنے معاشرے کو جنگل نہیں بنا سکتے۔

جناب چیئر مین! میں ایک بار پھر آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے ایوان بالا میں اپنے خیالات پیش کرنے کا موقع دیا۔ میں آپ کے اس ایوان کے ذریعے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ قوم کی پوری توجہ دہشت گردی کے خاتمے پر مرکوز رہنی چاہیے۔ کسی بھی صورت میں یہ ترجیح پس منظر میں نہیں جانی چاہیے۔ میں اس ایوان کا بھی اور پوری ملکی قیادت کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس اہم مرحلے میں وہ پوری یکجہتی کے ساتھ قومی ایکشن پلان کی پشت پر کھڑے ہیں اور انشاء اللہ ہماری منزل دور نہیں ہے۔ اللہ کی تائید و نصرت اور عوام کی بھرپور حمایت انشاء اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پاکستان پابند باد۔

Mr. Chairman: Thank you. We are very close to *Maghrib* prayer. Mian sahib, do you have a point of order.

**Point of Order Raised by Senator Mian Raza Rabbani Regarding
Welcome of Prime Minister and Certain Observations**

Senator Mian Raza Rabbani: Yes, sir. The honourable Prime Minister has spoken, first of all I wanted to welcome him and then there were certain observations which I wanted to place before the Prime Minister.

Mr. Chairman: You may welcome the Prime Minister and you can talk about the observations later on.

Senator Mian Raza Rabbani: Then I would like to make both, if you permit me to make both.

Mr. Chairman: We don't have time because we are very close to *Maghrib* prayers.

آپ وزیراعظم صاحب کو welcome کر لیں۔ اس دوران اگر اذان ہو گئی then we will have to suspend the proceedings.

سینیٹر میاں رضا ربانی: ہاں اذان پر آپ proceedings suspend کر دیجئے گا۔

جناب چیئر مین: جی میاں رضا ربانی صاحب۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئر مین! میں نہایت مختصر بات کروں گا کیونکہ مجھے وقت کا احساس ہے۔ سب سے پہلے تو میں وزیراعظم صاحب کو سینیٹ میں خوش آمدید کہتا ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ راجہ ظفر الحق صاحب جو قائد ایوان ہیں، ان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہ وزیراعظم صاحب کو اس ایوان میں لے کر آئے لیکن میں یہاں پر یہ ضرور کہنا چاہوں گا کہ وزیراعظم صاحب اگر Rules of Business دیکھیں تو he is also the Leader of the House of the Senate and Leader of the House of the House کو مطالبے کے تحت ایوان میں نہیں آنا چاہیے اور مجھے امید ہے کہ آئندہ قائد ایوان ویسے بھی سینیٹ میں آئیں گے

اور اس کے ساتھ ساتھ جناب چیئر مین! اسحق ڈار صاحب تشریف فرما ہیں اور وہ 18 ویں ترمیم کے روح رواں تھے۔ 18 ویں ترمیم میں

Article 91, Clause 6.....

(اس موقع پر ایوان میں اذان مغرب سنائی دی)

جناب چیئر مین: جی میاں صاحب! آپ conclude کر لیں۔

سینیٹر میاں رضاربانی: جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ Article 91, Clause 6 کے تحت کابینہ سینیٹ اور قومی اسمبلی دونوں کے سامنے responsible ہے اور مناسب یہ ہوتا کہ 16 دسمبر کا جیسے ہی واقعہ ہوا تھا، اس وقت سینیٹ سیشن میں تھا، سینیٹ میں وزیراعظم صاحب تشریف لاتے اور House کو confidence میں لیتے اور جو National Action Plan بنا ہے اس کو قومی قیادت کی بجائے، جب پارلیمان موجود ہے، ایک Joint Sitting ہوتی اس میں یہ رکھتے، اس سے پارلیمان کی اہمیت بڑھتی اور وہ قومی ایکشن پلان پارلیمان میں، مشترکہ اجلاس میں پیش کیا جاتا۔

آخر میں، میں صرف اتنا کہنا چاہوں گا وزیراعظم صاحب کو کہ جو consensus terrorism کے خلاف پیدا ہوا ہے اور ہے، ہم اس consensus کو ہرگز خراب نہیں کرنا چاہتے لیکن ہم یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں اور تاریخ سے سبق حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ 1977 میں ہمارا دور تھا، 1999 میں میاں صاحب کا دور تھا اور دونوں ادوار میں فوجی عدالت بنیں اور تاریخ نے یہ بات رقم کی کہ دونوں سول وزراء اعظم subsequently martial laws کے ذریعے ہٹائے گئے۔ Civilian supremacy کے تحت اس جنگ کو آگے لے کر چلیں اور پارلیمان کی بالادستی کے تحت اس جنگ کی ownership لیں۔ ملٹری کورٹس اور آئین میں ترمیم کے ذریعے parallel judicial system create کیا جائے، اس کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلے گا۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Prime Minister sahib, do you want to say something?

OK.

Response of the Prime Minister

میاں محمد نواز شریف (وزیراعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان): میں بالکل اس اصول سے متفق ہوں جس کا ذکر جناب رضاربانی صاحب نے کیا اور ظاہر ہے جناب چیئر مین! جس ماضی کا انہوں نے ذکر کیا ہے یقیناً اس ماضی سے ہم بھی گزرے ہیں اور وہ بھی گزرے ہیں

(Followed by T12)

جناب مہاں محمد نواز شریف۔۔ (حاری)

39

openly گھومتے پھریں۔ جناب چیئر مین! یہ ہمیں منظور ہے کہ جس کے ہاتھ میں بندوق ہے اس کا راجہ ماں پر رہے۔ لوگ اس سے گھبرائیں، خطرہ محسوس کریں۔ اپنے ملک کو بھی خطرہ اور دوسرے ممالک کو خطرات لاحق ہوں۔ پاکستان کا image دیکھیں کہ دنیا کے اندر کیا ہے۔ جناب چیئر مین! اگر ہم آج اس کا علاج نہیں کریں گے تو کون کرے گا۔ ہم نے ساری زندگی اس منصب پر تو نہیں بیٹھنا۔ آج میں وزیراعظم ہوں کل کوئی اور ہو گا لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے اوپر یہ فرض لاگو ہو چکا ہے کہ ہم اس مرض کا علاج کریں تاکہ قوم سکھ کا سانس لے۔ مائیں گھروں میں بیٹھیں اپنے بچوں کی فکر نہ کریں کہ بچے سکول سے خیریت سے واپس آئیں گے یا نہیں۔ ان کو اطمینان ہونا چاہیے کہ ہمارے بچے خیریت سے اپنے گھروں کو واپس آئیں گے۔ بیویاں اپنے شوہروں کے بارے میں فکر مند نہ ہوں کہ وہ زندہ سلامت گھر واپس آئے گے یا نہیں۔ جناب چیئر مین! آج ملک کے اندر عملاً یہ صورتحال بن چکی ہے۔ اس لیے اگر نیک نیتی کے ساتھ ہم اس کا علاج کرنے کا فیصلہ کریں تو کل کو انشا اللہ ہماری بھی خیر ہوگی، ملک کی بھی خیر ہوگی، قوم کی بھی خیر ہوگی اور پھر اس قانون کو لاگو کرنے والوں کی بھی خیر ہوگی۔ سب کی خیر ہوگی۔ اس ملک کو پھر کوئی خطرہ لاحق نہیں رہے گا۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئر مین: حاجی غلام علی صاحب تشریف رکھیں۔ آپ کے پاس floor نہیں ہے۔ I have not given floor to you. آپ تشریف رکھیں۔ Prime Minister صاحب بات کر رہے ہیں۔ حاجی صاحب no, I am not going to give you the floor, floor is with the Prime Minister, you must understand the rules. No, I will not give floor to you. یہ کوئی طریقہ ہے honourable Prime Minister بات کر رہے ہیں اور آپ interfere کر رہے ہیں۔ Please understand it. آپ تشریف رکھیں۔ جی Prime Minister صاحب۔

جناب وزیراعظم: جناب چیئر مین! میں معذرت چاہتا ہوں کہ میں بار بار آپ کو جناب سپیکر کھتا رہا، میں ذرا جذبات میں آکر چیئر مین کو سپیکر کھتا رہا مجھے امید ہے کہ سپیکر کو چیئر مین نہیں کہوں گا۔

Mr. Chairman: It makes no difference sir. The proceedings are suspended for fifteen minutes for *Maghrib* prayers.

جاری۔۔۔۔۔T-13

جناب چیئر مین: ہم نے جو motion take up کیا تھا اس پر

37 speakers have spoken and then there was a response from the Prime Minister also the motion has been talked out. Col. Tahir Hussain Mushhadi sahib.

Point of Order Raised by Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi Regarding Killing of the MQM Worker in Karachi

سینیٹر کرنل ریٹائرڈ سید طاہر حسین مشہدی: شکریہ۔ جناب چیئر مین! مجھے دکھ کے ساتھ کہنے کی ضرورت پڑتی ہے کہ کراچی میں بے انصافی کی حد ہو رہی ہے۔ کل MQM کے ایک worker سید قاصد علی جس کو سکندر کہتے تھے، اس کو ایئر پورٹ سے اٹھایا گیا۔ Police civil کپڑوں میں تھی، پولیس کی گاڑیاں تھیں اور پولیس نے اپنے آپ کو identify کیا اور چھ گھنٹے کے بعد اس کی تشدد زدہ لاش ملی۔ کوئی پوچھنے والا، دیکھنے والا اور کوئی سننے والا نہیں ہے۔ دو مہینے میں MQM کے چار سو سے زیادہ کارکنوں کو قتل کیا گیا ہے۔ یہ criminal gangs اور طالبان نے کیا ہے اور کچھ extra custodial deaths بھی ہوئی ہیں۔ ہمارے کارکن missing بھی ہیں۔ ہم ہر جگہ جمہوری طریقے سے اپنا احتجاج record کرواتے ہیں۔ آپ کو پتا ہے کہ اگر MQM چاہے تو کوئی پارٹی MQM کی طرح public میں احتجاج نہیں کر سکتی۔ ہم گریز کر رہے ہیں کہ اس سے قوم اور ہماری economy کو نقصان ہوتا ہے۔ آج کل جو یک جہتی ہے، ان درندوں اور دہشت گردوں کو پکڑنے کے لیے اس وقت اس کی ضرورت ہے۔ اس قسم کا ظلم اور تشدد اگر ایک political party پر ہو چاہے وہ کوئی بھی پارٹی ہو اور کوئی بھی سوچ رکھتی ہو، نہیں ہونا چاہیے۔ Law enforcers and law breakers میں فرق ہونا چاہیے۔ ہمارے law enforcers law break کرتے ہیں، اگر کوئی guilty ہے یا suspect بھی ہے تو اس کو due process of the law کے ساتھ deal کریں اور سخت سے سخت سزادیں۔ ایم کیو ایم نے ہی operation کی demand کی تھی کسی اور پارٹی نے operation کی demand نہیں کی تھی۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ دہشت گردی، target killings اور بھتہ خوری ختم ہو مگر اس کو وہاں پر politicize کیا گیا ہے۔ وہاں ہم پر political pressure

ڈالا جا رہا ہے اور ہماری law enforcing agencies criminal acts میں indulge ہو رہی ہیں۔ میں آپ کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے مجھے موقعہ دیا مگر اس بات پر میں اپنی پارٹی کے ساتھ walkout کروں گا کیونکہ یہ humanism and humanity کے خلاف ہے۔ یہ اگر کسی اور کے ساتھ بھی ہوتا تو تب بھی میری یہی feelings مگر جب میری پارٹی کو اس طرح treat کیا جا رہا ہے اور اس قسم کا ظلم ہو رہا ہے تو میں disgust میں walk out کرتا ہوں۔

جناب چیئر مین: حاجی غلام علی صاحب۔

Point of Order Raised Senator Haji Ghulam Ali Regarding Affairs in FATA

سینیٹر حاجی غلام علی: جناب! بہت شکریہ۔ خواہش تھی کہ وزیراعظم صاحب بیٹھے ہوتے اور میں یہ باتیں کرتا لیکن آپ نے منع کیا۔

جناب چیئر مین: یہ تو ہر member کی خواہش ہوتی ہے کہ Prime Minister کی موجودگی میں بات کروں لیکن اس وقت floor Prime Minister sahib کے پاس تھا۔ میں نے آپ سے یہی request کی تھی کہ آپ تشریف رکھیں۔

سینیٹر حاجی غلام علی: یہ اس ایوان کی بد قسمتی ہے کہ یہاں وزیراعظم صاحب سال میں ایک بار آتے ہیں۔ ایک مرتبہ پہلے آئے تھے، دوسرا سال پورا ہو رہا ہے تو آج آئے ہیں۔ ابھی قائد ایوان بھی نہیں ہیں تو میں کس کو سناؤں؟

جناب چیئر مین: Minister for Parliamentary Affairs تشریف رکھتے ہیں۔

سینیٹر حاجی غلام علی: چلیں پھر ہمارے لیے responsible ہوں گے۔ جناب چیئر مین! خیبر پختونخوا اور قبائلی علاقہ جات میں مسلسل دہشت گردی ہو رہی ہے، عوام پر ہو رہی ہے۔ خیبر پختونخوا میں بھی جنازے اٹھ رہے ہیں اور قبائلی علاقہ جات میں بھی جنازے اٹھ رہے ہیں۔ حکومت اس جنگ کو وسعت دینے کے لیے بارود استعمال کر رہی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ national interest ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ٹھیک ہے اور قوم نے بھی ان کو کہا کہ یہ کریں لیکن میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس کے ساتھ ساتھ ایک فیصد تو خیبر پختونخوا کی آباد کاری اور قبائلی علاقوں کی ترقی کے لیے خرچ ہو مثلاً وہاں پر کوئی industrialization policy نہیں۔ قبائلی

علاقوں کے لیے ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ جو حکم دیتی ہے، کمیٹی میں ministers agree کر لیتے ہیں اس کے باوجود FBR اس کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔ خیبر پختونخوا میں لاشیں اٹھ رہی ہیں، یہ کوئی پہلی دفعہ نہیں کہ ڈیڑھ سو بچوں کو شہید کیا گیا۔ بچوں کے چھوٹے تابوت پاکستان کے عوام اور پورے ملک کے لیے اتنے بھاری تھے کہ تمام قیادت اکٹھی ہوئی لیکن اس سے پہلے وہاں دو، دو سولوگ، تین تین DIG شہید کیے گئے لیکن کوئی ایک بھی package مسلم لیگ کی حکومت نے دینے کا اعلان نہیں کیا۔ اس سے پہلے پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت تھی انہوں نے تین سال کے لیے خیبر پختونخوا کو package دیا تھا۔ اب ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ خیبر پختونخوا اور قبائلی علاقہ جات کے لیے صنعتی ترقی، trade کی ترقی، معاشی ترقی کے لیے حکومت کوئی package دے اور اگر یہ نہیں دیں گے اور صرف ہمیں ماریں گے تو پھر گلتا ہے کہ ہمارا صوبہ بوجھ ہے اور یہ ہم سے جان چھڑانا چاہتے ہیں لیکن ہم کبھی بھی ان کو اس مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ ہم پاکستانی ہیں، پاکستان میں رہیں گے اور پاکستان کے لیے قربانیاں دیتے رہیں گے لیکن مطالبہ کرتے رہیں گے۔ ہمارا آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ مطالبہ ہے کہ FBR کو یہ ہدایت جاری کی جائے کہ خیبر پختونخوا اور قبائلی علاقہ جات کے لیے ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے جو فیصلے ہیں ان کو مانیں۔ بہت شکریہ۔

آگے جاری۔۔۔

جناب چیئر مین: طلحہ محمود صاحب۔

T14-31DEC2014.....FANI\ED(Mohsin Zaidi).....6.10PM

سینیٹر محمد طلحہ محمود: شکریہ جناب چیئر مین! سب سے پہلے تو میں آپ کو مبارکباد دوں گا کہ آپ نے APA کی لاہور میں کانفرنس کروائی ہے وہ بڑی کامیاب کانفرنس تھی اور یہ بہت بڑا achievement ہے۔ اس کو بین الاقوامی سطح پر بڑی پذیرائی ملی ہے۔ اس سے پہلے بھی ماشاء اللہ ایسے دو پروگرام اسلام آباد میں ہو چکے ہیں، ان میں بھی آپ نے بڑا کردار ادا کیا ہے۔ جناب چیئر مین! میں آپ کی اس طرف نشاندہی کرانا چاہتا ہوں، ہمارا جو سٹاف اس میں involve رہا، ان کا moral boost up کرنے کے لیے آپ نے کچھ لوگوں کو جنہوں نے لاہور میں خدمات سرانجام دیں۔۔۔۔۔

Mr. Chairman: Talha Mehmood Sahib this is an administrative issue, this can't be raised in the House.

یہ انتظامی مسئلہ ہے، میں آپ کا mike بند کر دوں گا rule don't permit اگر آپ نے بات کرنی ہے، آپ میرے پاس تشریف لے آئیں میں آپ کی بات چیئرمین سنوں گا but rules don't permit to raise the administrative issue in the House.

سینیٹر محمد طلحہ محمود: آپ نے مجھے چیئرمین آنے کی دعوت دی ہے میں قبول کرتا ہوں اور انشاء اللہ میں چیئرمین میں آپ سے اس مسئلے پر بات کروں گا۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you. We may now start discussion on President's Address. Minister for Parliamentary Affairs who will start or should us adjourn the House.

شیخ آفتاب احمد: میرے خیال میں House adjourn کر دیں۔

Mr. Chairman: Zahid Khan please sit down. The House stands adjourned to meet again on Thursday, the 1st January, 2015 at 11.00 a.m.

.....
[The House was then adjourned to meet again on Thursday, the 1st January, 2015 at 11.00a.m]
.....

Index

Senator Mian Raza Rabbani	5, 13, 24, 37
Senator Raja Muhammad Zafar-ul-Haq	9, 23
Senator Sabir Ali Baloch	14
Sheikh Aftab Ahmed	4
خواجہ محمد آصف	10, 11, 14, 15
سینیٹر امرجیت	10, 11
سینیٹر تاج حیدر	24
سینیٹر ثریا امیرالدین	16, 17
سینیٹر حاجی غلام علی	42
سینیٹر حافظ حمد اللہ	25, 30
سینیٹر سید ظفر علی شاہ	18, 23
سینیٹر کامل علی آغا	3, 7
سینیٹر کرنل ریٹائرڈ سید طاہر حسین مشدی	41
سینیٹر محمد زاہد خان	6, 7, 9
سینیٹر محمد طلحہ محمود	44
سینیٹر میاں رضا ربانی	5, 13, 37, 38
سینیٹر محمد طلحہ محمود	43
شیخ آفتاب احمد	44
لیفٹیننٹ جنرل (ر) عبدالقادر بلوچ	24
(میاں محمد نواز شریف) وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان	32, 33, 36, 38